

تصانیف

ننان ————— مطبوعہ

الأشجار (فارسی) ————— مطبوعہ

من لگوانے کا حکم ————— مطبوعہ
(نگاہ سے)

میں چند معرکہ الآراء مسائل مطبوعہ

زیر ترتیب

س کے آئینے میں ————— زیر ترتیب

ت شریعت اور سائنس کی نگاہ میں

————— مطبوعہ

————— زیر ترتیب

—————

—————

—————

—————

—————

—————

—————

—————

—————

—————

دارمی

کے دینی اور دنیوی فوائد

دارمی اور اصول فطرت • دارمی اور اصول صحت

دارمی اور اصول حسن • دارمی اور اصول شریعت

• مسئلہ خطاب ہیں مسکات احوال • ایڈز کے اسباب

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

موسم ہادی جامع مسند مفتاح ایم اے مولانا محمد سعید

Ketabton.com

دَارِہی

کے دینی اور دُنیاوی فوائد

- دَارِہی اور اصولِ فطرت • دَارِہی اور اصولِ صحت
- دَارِہی اور اصولِ حُسن • دَارِہی اور اصولِ شریعت
- مسئلہ خضاب میں مسلک اعتدال • ایڈز کے اسباب

ترتیب ۱۔ مولوی تاج محمد حقانی ایم اے گولڈ میڈلسٹ

مصنف۔ مولانا نور محمد خطیب مرکزی جامع مسجد دانا

دہترم دارالعلوم وزیرستان دانا۔ پاکستان

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب
مصنف
ناشر
کتابت
پرنٹ
قیمت
تعداد
سن کتابت
تصحیح کتابت

دارمی کے دینی و دنیاوی فوائد
مولانا نور محمد غلام خطیب وزیرستان
دارالعلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان
محمد یوسف کامونیک گوجرانوالہ
نفیس پرنٹرز لاہور
تیس روپے (۳۰/-)
۱۰۰۰
۱۹۹۴ء
عبدالرزاق ڈیروی
ملنے کا پتہ
وانا جنوبی وزیرستان براستہ ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ شاہ اسماعیل شہید گوجرانوالہ
شاہ نفیس اکادمی ختم نبوة بلڈنگ سیالکوٹی گیٹ
گوجرانوالہ فون ، ۲۲۳۷۳۷

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۱۳	پیش لفظ	
۱۲	ایک اللہ والے اصرار	۱
۱۸	فطرت کا حسن عالمگیر	۲
۱۹	کائنات کے اشیا اور مناظر کا اختلاف	۳
۲۰	فطرت کا قانون زوجیت	۴
۲۱	گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"	۵
۲۲	"نر" اور "مادہ" کا اختلاف اور امتیاز	۶
۲۳	مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات	۷
۲۵	فطرت کے اصول حسن اور داڑھی	۸
۲۶	عورت کا حسن	۹
۲۷	مرد کا حسن	۱۰
۲۸	امریکہ میں ایک سروے	۱۱
۳۱	فطرت کے اصول صحت اور داڑھی	۱۲

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱۳	انسانی جسم میں فطرت کا خود کار نظام	۳۲
۱۴	داڑھی صحت کی محافظ ہے	۳۳
۱۵	مسنون داڑھی اور مونچھیں، جراثیم کے لیے مانع ہیں۔	۳۴
۱۶	چہرے، منہ اور ناک کو بار بار دھونے کی ظاہری حکمت	۳۶
۱۷	داڑھی منڈانے کی سائنسی مفزات	۳۷
۱۸	چہرے پر بار بار استرا پھرانا، چہرے کی فطرتی رونق	۳۸
	ضائع کرنا ہے۔	
۱۹	چہرے پر استرا چلانا، گویا کہ مہلک جراثیم کے لیے جسم کا	۳۹
	بند دروازہ کھولنا ہے	
۲۰	حجام سے داڑھی منڈانا، ایڈز جیسے لاعلاج مرض	۴۰
	کو دعوت دینا ہے۔	
۲۱	ایڈز کیا بیماری ہے؟ اور کس طرح پھیلتا ہے؟	۴۱
۲۲	ایڈز، بیماری کسی صحت مند انسان کو کن ذرائع سے منتقل ہوتی ہے؟	۴۲

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۲۳	وہ ذرائع جن سے ایڈز نہیں پھیلتا ہے۔	۴۵
۲۴	ایڈز، کا علاج نہ تو فی الحال میسر ہے اور نہ آئندہ	۴۶
	متوقع ہے۔	
۲۵	مسنون داڑھی مردانہ قوت کے لیے محافظ ہے	۴۹
۲۶	ٹسٹوسٹیرون، رطوبت اور اس کی کارکردگی۔	۵۱
۲۷	داڑھی کے بارے میں ڈاکٹروں اور ماہر سائنس دانوں	۵۳
	کی رائے۔	
۲۸	فطرت کے اصول بقائے قومیت اور داڑھی۔	۵۸
۲۹	اقوام عالم کا امتیازی نشان اور یونیفارم	۶۰
۳۰	ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت	۶۲
	اور امتیاز۔	
۳۱	فلسفہ جدوجہد للبشر (سٹرگل فار لائف)	۶۳
۳۲	ہندوستان بھی مسلمانوں اور سکھوں کو مہم نہ کر سکا	۶۵

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۶۶	لندن کے تعلیمی اداروں میں گپٹری پر پابندی اور سکھ طالب علموں کا کردار۔	۳۳
۷۱	فطرت کے اصولِ شریعت اور داطھی۔	۳۴
۷۵	داطھی کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان	۳۵
۷۸	احادیث میں داطھی کے متعلق "اُمُر" کے صیغوں کی وضاحت۔	۳۶
۸۱	لغت کے اعتبار سے داطھی بڑھانے کا معنی۔	۳۷
۸۲	شریعت کے اصطلاح میں داطھی بڑھانے کا مطلب	۳۸
۸۳	داطھی کے متعلق، احادیث کے لغوی اور شرعی معنوں میں تطبیق	۳۹
۸۴	شریعت میں "اُمُر" کا اولین حکم وجوب ہے۔	۴۰
۸۵	"اُمُر" کا حکم جمہور ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک وجوب ہے۔	۴۱
۸۵	"اُمُر شرعی" کی مخالفت حرام ہے۔	۴۲

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۸۷	مطبی بھیر داطھی رکھنا عملاً فرض میں ہے۔	۴۱
۹۱	داطھی منڈانے اور کتروانے کا حکم چاروں مذاہب میں	۴۲
۹۶	داطھی منڈانا امام شافعی کے مذہب میں	۴۳
۹۷	داطھی منڈانے کا حکم امام مالک کے مذہب میں	۴۴
۹۷	داطھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبل کے مذہب میں	۴۵
۹۸	داطھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دو سنزائیں۔	۴۶
۱۰۰	حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر (یک مشت) داطھی تواتر سے ثابت ہے۔	۴۷
۱۰۱	داطھی کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عملی اجماع	۴۸
۱۰۳	رسول خدا کی مخالفت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ سے منہ پھرنے کا نتیجہ	۴۹
۱۰۵	داطھی منڈانے کی کناہ کا ایک تباہ کن پہلو۔	۵۰

صفحہ نمبر	نام مضمون	پر شمار
۱۰۷	چند شہادت اور ان کے جوابات ۔	۵۱
۱۰۸	سوال حضور علیہ السلام نے دارطہی بطور عادت رکھی تھی	۵۲
۱۱۵	سوال ۔ دارطہی رکھنا سنت ہے ۔ واجب نہیں ہے ۔	۵۳
۱۱۶	سنت کا مفہوم اور مطلب ۔	۵۴
۱۲۰	دین اسلام کے احکامات میں درجہ بندی ۔	۵۵
۱۲۲	سوال : دو انگلیوں کے سرول میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے ۔	۵۶
۱۲۳	سوال ۔ دارطہی منڈانے اور کتروانے پر آج امت کا علی اجماع اور تعامل ہے ۔	۵۷
۱۲۷	ایک اضافی فائدہ ۔	۵۸
۱۲۸	ضمیمہ مسئلہ حضاب میں مسک اعتدال ۔	۵۹
۱۲۹	ایک استفتاء ۔	۶۰
۱۲۹	حضاب سیاہ کی پہلی صورت جو بالا اجماع جائز ہے ۔	۶۱

صفحہ نمبر	نام مضامین	پر شمار
۱۲۹	حضاب سیاہ کی دوسری صورت جو بالا اتفاق ناجائز ہے ۔	۶۲
۱۳۰	حضاب سیاہ کی تیسری صورت جس میں صحابہ کرامؓ، ائمہ اور فقہار کا اختلاف ہے ۔	۶۳
۱۳۳	سیاہ حضاب کو ناجائز کہنے والے فقہار کے دلائل ۔	۶۴
۱۳۴	سیاہ حضاب کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل ۔	۶۵
۱۳۷	حضرت حسینؓ خالص سیاہ دسمہ لکایا کرتے تھے ۔	۶۶
۱۳۸	(امام ابن شہاب زہری کا عملی فتویٰ)۔۔۔۔۔	۶۷
۱۴۰	زینت اور زیبائش میں اصلی اباحت ہے ۔	۶۸
۱۴۲	فریقین کے دلائل میں تطبیق ۔	۶۹
۱۴۳	سیاہ حضاب کو ناجائز کہنے والوں نے صحابہ کرامؓ کے سیاہ حضاب کی وجہ تاویل کیے ۔	۷۰
۱۴۴	پہلی توجہ یا جواب ۔	۷۱
۱۴۵	دوسری توجہ یا جواب ۔	۷۲

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۱۳۳	تیسری توجہ، یا جواب	۷۳
۱۳۴	چوتھی توجہ، یا جواب	۷۴
"	ناجائز کہنے والوں کے جوابات کا ایک منصفانہ تجربہ	۷۵
"	جواب اول پر ایک نظر	۷۶
۱۳۵	دوسری توجہ کہ صحابہ کرام کو سیاہ خضاب کی محنت کا علم نہ تھا، کتنی نامعقول ہے۔	۷۷
۱۳۷	تیسری توجہ بے وزن اور بے محل ہے۔	۷۸
۱۳۹	چوتھی توجہ بھی صحیح نہیں ہے۔	۷۹
"	سیاہ خضاب کو جائز کہنے والوں کی توجیہات اور جوابات	۸۰
"	ان ابن حجر۔	
۱۵۰	ابن شہاب جیسے عظیم تابعی، امام محدثین کی تطبیق	۸۱
۱۵۲	علامہ ابن ابی عاصم کا استنباط	۸۲
۱۵۵	ایک علمی نکتہ	۸۳

صفحہ نمبر	نام مضامین	نمبر شمار
۱۵۷	علامہ ابن قیم الجوزی کے جوابات	۸۴
۱۵۹	ایک دہم اور اس کا ازالہ	۸۵
۱۶۰	ایک بار ایک نکتہ۔	۸۶
۱۶۱	مقام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین	۸۷
۱۶۲	صحابہ کرام ہدایت کی روشن تاریں ہیں	۸۸
۱۶۳	فائدہ	۸۹
۱۶۵	خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کی پیروی کا حکم	۹۰
۱۶۷	صاحب مبسوط علامہ سرخسی کا فتویٰ	۹۱
"	مذہب احناف میں علامہ سرخسی کا مقام	۹۲
"	بندہ کے جواب کا خلاصہ۔	۹۳

پیش لفظ

یہاں انہیں بعض احباب علماء کرام حضور علیہ السلام کی صورت کی خلاف ورزی کرنے یعنی وارٹھی منڈانے یا کتر واکرختی وارٹھی بنانے کے بارے میں سخت گیر اور جلالی مزاج کے واقع ہوئے ہیں، چونکہ عموماً قبائل کے لوگ دیندار ہیں اس لیے اگرچہ نوجوان طبقہ عملاً وارٹھی منڈا کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اس عمل کو فوجاً جانتے سمجھتے ہیں البتہ تعلیم یافتہ طبقہ میں گنتی کے چند لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ وارٹھی منڈانا تو حرام سمجھتے ہیں مگر کتر واکرختی شخصی وارٹھی کو وہ شرعی اور مسنون وارٹھی تصور کرتے ہیں۔ اس کیفیت اور عام مسلمانوں کے عمل کے پیش نظر مذکورہ احباب علماء کرام نے مجھ پر بار بار اصرار کیا کہ آپ اپنا ہم مسئلہ پر دلنشین انداز میں کچھ لکھیں۔

ایک البدولے کا اصرار :- ایک افغان نثر ادبیہ جو غنظہر بالکل مشرق انسان ہے گذشتہ تیس سال کے عرصہ سے کسی خواب کے اساس پر جواہر ہونے لگی ہے دیکھا تھا جس کی بالکل ظاہر تعبیر یہ تھی کہ میں شہر مکر

مکرمین میں مسیحی رانجانی کرتا ہوں، اس بنا پر وہ میرے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور مجھے رانڈ وار بنایا ہے، اس واسطے کہ ان کو کشف اور الہامات کی جو کیفیت پیش آتے ہیں چو نکہ وہ عالم دین نہیں ہے۔ اس لیے سال میں ایک دھرتی افغانستان سے اگر میرے ہاں ٹھہرتا ہے ان کے کشف کے ایسے عجیب حالات ہیں جو کہ میرے علم و دانست کے مطابق سو فیصد صادق ہے اور تصانی ہیں، کہ لکھنے سے پوری کتاب بن جلتے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت بیداری میں بار بار زیارت اور مشاہدہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور حلیہ شریف کے دقیق ترین خد وخال کا مجھ سے مستند احادیث کی رو سے تصدیق چاہنا وغیرہ عجیب و غریب شان کا فقرہ ہے۔

تقریباً دو سال پہلے میرے پاس تشریف لایا مختلف واردات کے مذاکرہ کے بعد بہت دور دور وکھ کے ساتھ حجابات مجھ نہ صرف بتائی بلکہ میرے ذمے ڈالی وہ یہ تھی کہ میں نے حضور علیہ السلام کو کئی مجلسوں میں دیکھا ہے۔ آپ کو وارٹھی منڈانے والوں سے سخت کوفت اور طال ہے۔

فقیر صاحب: نے مجھ پر تاکید کی کہ آپ عوام کو تاکید سے یہ پیغام پہنچا دیں کہ اس عمل سے اجتناب کریں۔

داڑھی کا خضاب:-

داڑھی کے خضاب اسود یعنی سیاہ خضاب کے مسئلے پر بھی یہاں کے علماء میں افراط و تفریط کے متضاد فتویٰ سننے میں آتے ہیں۔ ان عوامل کے باعث طویل کشاکش کے بعد آج بروز جمعہ بمطابق ۱۸ رمضان المبارک ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء میں نے ارادہ کیا کہ باوجود کم علمی و بے مائیگی کے اس مسئلہ پر کچھ بکھول اور قلم اٹھا کر ان چند سطروں سے ابتداء کی واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

امت بعد۔ چونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ ایسا کوئی قول و عمل کا ارتکاب کر رہا ہو جو اس کے دین اور مذہب سے متصادم ہو یا ملکی قوانین کے برخلاف ہو اور یا قومی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہو تو بھی وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے یا کم از کم اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے مختلف حیلے بہانے اور غدر و اعتد کا سہارا لیتا ہے اگرچہ اہل کا بے لوث اور سلیم ضمیر اسے دل ہی دل میں ایسا کرنے پر ملامت بھی کرتا ہو۔

قوله تعالى ابل الانسان على نفسه بكم انسان کی ضمیر اپنی بے راہروی پر بصیرت و توفیق معاذیہ خدا خود گواہ ہے اگرچہ وہ کتنے عند وغذر (پچا، سورۃ القیامت، آیت ۱۷) پیش کرے (پچا سورۃ القیامت، آیت ۱۷) کسی بھی کلمہ گو کے لیے اس بات میں سروشک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذاتی قول و عمل اور آپ کے بعد صحابہ کرام اور تابعین

کا دارِ وحی کو ایک قبضہ (یکشت) سے کم نہ رکھتے پر ایک زبان اور قطعی اجماع ہے یہ دوا ایسے قطعی دلائل ہیں جن سے نہ تو کوئی انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی ان میں ذرہ بھر سقم اور ضعف کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے اس شاہراہ ہدایت پر بہت کم لوگ گامزن ہیں۔ حالانکہ ہر زمانہ میں اگر دعبہ تو یہی ہے۔

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ (پہ انشاء آیت) لوگ ہیں (۵، النساء آیت ۶۹)

اس آیت کریمہ کا اولین مصداق ہمارے حضور علیہ السلام خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ افسوس کہ مسلمان جن انعام یافتہ انسانوں کی راہ پر چلانے کی درخواست بارگاہ الہی میں ہر نماز کے اندہ پیش کرتا ہے لیکن جس امر میں ان انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہر خاص و عام کو روز روشن

کی طرح عیاں ہے یعنی یہ کہ ان انعام یافتہ لوگوں نے زندگی بھر دارِ وحی کو یکشت سے ہرگز کم نہیں کیا ہے، مگر نہ صرف یہ کہ مسلمان اس راہ پر چلتا نہیں بلکہ نہ چلنے کے جواز کے لیے دلائل مہیا کرنے کے لیے بھی کوشاں ہے۔

مہندار سعدی کہ راہِ صفا توں یافتہ چیز پیر وے مصطفیٰ
میری کوشش ہوگی کہ آئندہ صفحات میں دارِ وحی کی اہمیت پر حسبِ ذیل مختلف زاویہ نگاہ سے کچھ معروضات ناظرین کے تحفہ نظر کر لیں۔

۱۔ شاید کہ اتر جاتے تیرے دل میں میری بات

① فطرت کا اصولِ حسن :- اور دارِ وحی

② فطرت کا اصولِ صحت :- اور دارِ وحی

③ فطرت کا اصولِ بقائے قومیت :- اور دارِ وحی

④ فطرت کا اصولِ شریعت :- اور دارِ وحی

⑤ چند شبہات :- اور ان کی جوابات

⑥ خضاب کے منکے میں :- راہِ اعتدال

لکھے صفحات میں ان قائم کردہ عنوانات کی روشنی میں میری کوشش کہ ہوگی کہ

اخلاقی جذباتیت اور عصیت سے خالی الذہن ہو کر حقائق کو ناظرین کے سامنے رکھ دوں تاکہ وہ خود اپنے لئے راہِ راست متعین کر سکیں، جہاں نوکِ قلم سے حقیقت نکلی وہ اللہ تعالیٰ کی راضی ہوگی اور جہاں لغزش ہوئی وہ میری کم علمی اور سوء فہم ہوگی، ناظرین سے امید اصلاح ہوگی تاکہ اپنی غلطی کی تدارک کر سکیں۔
وما توفیتی الا باللہ

فطرت کا حسن عالمیگر

فطرت نے چونکہ حسن و زیبائش سے صرف حضرت انسان کو نہیں نوازا بلکہ پوری کائنات کی تخلیق کو دیکھئے فطرت صرف بناتی نہیں بلکہ اس طرح بناتی ہے کہ ہر ایجاد اور بناؤ میں حسن و زیبائی کا جلوہ اور ظہور ہو، اس طرح فطرت کے ان گنت علامات میں ایک بڑی محنت اور فیضانِ اس کا عالمیگر حسن و جمال ہے۔ اس جہانِ رنگ و بو کو اجتماعی صورت میں دیکھو یا اس کے ہر فرد اور جزئی کی انفرادی شکل و صورت پر نظر ڈالو، اس کا کوئی چہرہ نہیں جس چین اور دلیری نے ایک نقابِ دلربائی نہ ڈالی ہو، ستاروں کا نظام اور ان کی آنکھ چولیاں، سورج کی شعاعیں اور اس کی رنگ بر رنگی، چاند کی گردش اور اس کی جلوہ نمایاں، آسمانی

فضائوں کی وسعت اور اس کی نیچو نیچاں برسات کی کالی گھٹائیں، گن گرج، رعد و برق اور روح پرورد جوائیں اور موتی جیسے قطرے، سمندر کی موجیں اور دریاؤں کی روانی، سرخ فلک پہاڑوں کی جلال اور نشیبی میدانوں اور آبشاروں کا جمال، حیوانات کے رنگارنگ اجسام اور اشکال، نباتات کی نمایاں اور باہمت کی گل گونی و گل رنگی پھولوں کی مہک اور پندوں کی چمک، صبح کا رخ خندان اور شب کی زلف پریشان گویا کہ کائناتِ مادی کا اصل خیر بھی حسن و زیبائی ہے تاہم عام انسانوں کو ان کے حسن و جمال کا قدر و قیمت اس لیے نہیں کہ مفت اور عام ہے

کائنات کے اشیاء اور مناظر کا اختلاف

فطرت نے انسانی طبیعت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ ہر نیا پن اور تبدیلی سے اس میں خوش گواری، نیا جذبہ اور نیا شوق پیدا ہوتا ہے یکسانیت اور یک رنگی سے انسانی طبیعت اکتاتی ہے۔ فطرت کی قیامی اور بخشش دیکھئے کہ انسانی فطرت کے اس طبعی افتاد کے ہیلانے کی خاطر اس جہانِ آب و گل کے ہر جنس دوسرے سے مختلف ہر نورش کی خاصیت الگ اور ہر صنف کا خاص جدا انقاش فطرت نے اس کا رخاد ہستی کو ایک ایسا نگار خانہ بنایا ہے کہ جہاں ہر جسم کا وضع قطع

دوسرے سے الگ شکل و صورت میں تنوع رنگ و بو میں جدت اور ذائقہ میں تبدیلی یہاں تک کے باریک آئینہ اور ان کے الیکٹران، پروٹان، نیکوٹین، اختلاف ہے آواز کے نغموں کی حسن تاثیر کی سحر انگیزی مختلف آنکھوں کی جادوگری الگ الگ ہے یہاں تک کہ انسانِ اول سے لیکر انسانِ آخر تک دو انسانوں کے انگلیوں بلکہ پورے جسم پر پکار قدرت کی نقش گری ایک جیسی نہیں۔ علامہ سعدی اس طوفاں اور نہ ختم ہونے والی داستانِ تنوع، رنگ برنگی اور اختلاف کو دو شعروں میں سمیٹ کر ختم کرتا ہے

روضۂ ماءِ نضر ہا سلسال دوحۂ سجح طیر ہا موزون
اُس پر وزلالہ ہائے رنگانگ دیں پراز میوہ ہائے گفانگ

فطرت کا قانونِ زوجیت

کائناتِ هستی کے اختلاف کے جن کو نکھاسنے اور سونے پر ہلکا کرنے کے لیے فطرت نے کائنات کی ہر چیز میں قانونِ زوجیت یعنی جوڑ جڑا اور مذکر مؤنث کو اس شدت سے نافذ کر دی ہے کہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس قانون میں جکڑا ہوا ہے کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کے لیے جوڑ یا در اور

جفت و زوج نہ ہو اس جہانِ کن فکان میں یکتائی اور طاق آپ کو کہیں نہیں ملے گا ہر چیز میں زوجیت، جفت اور دوئی ہی کی حقیقت عیاں اور کار فرما ہے۔ رات کے لیے دن ہے، صبح کے لیے شام ہے، آسمان کے لیے زمین سورج کے لیے چاند، غم کے لیے خوشی، جوانی کے لیے بڑھاپہ، نر کے لیے مادہ مرد کے لیے عورت۔

گاڑیوں کے ہارن میں "نر" اور "مادہ"

میرے ذاتی پیچار و جھپ کے ہارن میں کچھ ایسی خرابی واقع ہوئی تھی کہ اس کی آواز گلوگیر اور کرخت تھی حالانکہ وہ کمپنی کا لگایا ہوا تھا۔ پشاد میں باغی کمپنی کے ماہر ستری کے پاس ہم گاڑی لے گئے اور یہ شکایت ان کو بتادی جب اس نے چیک کیا تو اس نے کہا کہ اس کا اپنا ہارن تو ایسا ہی رہے گا البتہ اگر کسی اور گاڑی کا لگانا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔ میں نے ان سے کہا جناب یہ کیوں ٹھیک نہیں ہو سکتا تب اس نے بتایا کہ اس ہارن میں نر اور مادہ ڈبل آوازیں بجا ہوتی ہے آپ کی گاڑی کے ہارن کی مادہ حصے نے جل کر کام چھوڑ دیا ہے اس لیے آواز میں حسن اور سربلا پن نہیں بلکہ کرخت پن ہے

یہ سن کر میرے ذہن میں قرآنی آیت گونج اٹھی۔

ہیں کل شئی، خلقنا ذوی حین۔

اور ہر چیز میں سے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں مذکر اور مؤنث

ان متقابل جوڑوں کے جسموں، صورتوں، شکلوں میں ظاہری اور معنوی اختلاف کے ساتھ ساتھ ان کی تاثیر اور تاثر فعل و انفعال اور تقاضوں اور امتیازات میں مکمل بیگانگی اور علیحدگی کے ہوتے ہوئے فطرت نے ان کے آپس میں اس حد تک ہم آہنگی پیدا کی ہے کہ ہر ایک میں دوسرے کے جلد تقاضوں اور سوالات کا بھرپور مثبت جوابات ہیں اس لیے ہر ایک کو دوسرے کی طلب اور جستجو ہے کیونکہ کوئی ایک بھی دوسرے کی رفاقت کے بغیر یا تو اپنی کارکردگی اور کمالات کا مظاہرہ نہیں کر سکتا اور یا اپنی بقا کا تحفظ نہیں کر سکتا، کیونکہ بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ اس کی پہچان نام و نشان، اس کے مقابل جوڑی ملنے کے وجود اور ہستی کی سرچشمن منت ہوتا ہے۔

نر اور مادہ کا اختلاف اور امتیاز

فطرت نے نہ صرف مرد اور عورت میں بلکہ جملہ حیوانات کے نر اور مادہ

میں ایسا واضح اور بھرپور اختلاف اور امتیاز رکھا ہے کہ بغیر اس کے کہ جنس اور نوع میں وحدت ہے اور کسی گوشہ میں یگانگت نہیں ہے۔ مثلاً جسم اور باڈی کو لیجیے، نر کے جسم کی مجموعی عکاسی بہ نسبت مادہ کے دیوہیکل بھاری بھر کم، اس میں رعب و جلال، ہیبت اور جاہلیت، سختی اور خشونت، قوت اور مصنوعی جیسے اوصاف کی خدوخال نمایاں ہوتے ہیں جبکہ مادہ کے جسم اور باڈی میں مذکورہ اوصاف کے برعکس خصوصیات بالکل واضح ہوتے ہیں نر کے جسم کی یہ نسبت مادہ کا جسم معتدل اور سڈول ہوتا ہے۔ اس میں الفت اور جمال، انس اور جاذبیت، پچک اور ملائمت، ضعف اور نرمی جیسے اوصاف بالکل نمایاں ہوتے ہیں یہی فرق اور امتیاز ہر ایک کے ایک ایک عضو اور اس کی کارکردگی میں ولیسے ہی نمایاں ہے، باطنی اور معنوی صفات، احساسات جذبات حتیٰ کہ یہ بات آج کل سائنسدانوں نے مشاہدات اور تجربات سے ثابت کی ہے کہ نر اور مادہ کے دماغ کے بھیجے کی حجم اور وزن میں بھی فرق ہے۔

فطرت نے حیوانات کے مقصد تخلیق کے لحاظ سے یعنی افزائش نسل

کے اعتبار سے تر اور مادہ کے میدان عمل میں فرق اور امتیاز کی واضح دیکھیں۔

مرد اور عورت کی امتیازی خصوصیات

مرد اور عورت کی مذکورہ امتیازی خصوصیات کو فطرت نے جس خصوصیت

اور اہتمام سے نمودار اور واضح کیا ہے شاید دوسرے حیوانات کے نہ اور مادہ میں اس امتیاز کی اتنی اہتمام نہ کی ہو۔ عنقوان شباب اور جوانی کی طرز پر قدم رکھتے ہی نقاش فطرت لڑکے اور لڑکی کی نگارش اور سجاوٹ ایک دوسرے سے بالکل مختلف انداز میں شروع کر دیتا ہے۔ لڑکے کی چہرے کے گرد بہار جوانی کا لطیف اور حسین ایسا دکش سبزہ پھوٹنے لگتا ہے جیسا کہ بہار چودھویں چاند کے گرد ہالہ جبکہ لڑکی کا شباب چہرے کے عکس جسم کے دوسرے حصے میں کلیوں کی شکل میں جلوہ نمائی شروع کر لیتا ہے۔ شباب کے عروج کے ساتھ لڑکے کی چہرے کا سبزہ داڑھی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور لڑکی کی کلیاں نسوانی خصوصیات کا بھرپور مظاہرہ شروع کر لیتی ہیں۔ فطرت کی حکمت دیکھئے کہ جس حصہ جسم اور عضو کے ساتھ انسان کسی سے سامنا کرتا ہے اور جس کے دیکھنے کو ملاقات کا نام دیا جاتا ہے اس پر نقاش فطرت نے مرد اور عورت کی

امتیازی نشان خلقہ ثبت کر دی ہے۔ جس کے بعد دیکھنے والے کو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا ہے کہ میں نے مرد دیکھا یا عورت۔

فطرت کی اصول حسن اور وارطی

کائنات میں پھیلی ہوئی اس عالمگیر حسن کی پہچان اور تعریف کے لیے ایسا پیمانہ اور حد و تعریف وضع کرنا ہو گا جو کہ کائنات میں بکھری ہوئی تجلہ حسینوں پر صادق آئے ان کے لیے جامع ہو یعنی اس کی دامن میں اتنی وسعت ہو کہ تجلہ کائناتی حسینوں پر حاوی ہو اور یہی تعریف اور پیمانہ حسن مانع بھی ہو یعنی اس کے دائرہ کے اندر کوئی بھی غیر معیاری حسین کی داخلے کی گنجائش نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسا وسیع پیمانہ اور تعریف چند الفاظ میں سمو دینا آسان نہیں تاہم ممکن بھی نہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے "ہر ایک چیز کی وجود کی نوعیت اور اعتدال کے ہوتے ہوئے اس کے مقصد تخلیق کی افادیت اور خصوصیات کا بھرپور ظہور"۔ اس اصل پر پہاڑ کو پرکھ لیجیے کہ اقوام عالم کے لیے اس کی جاذبیت و دلربائی اور اس کی وصال یعنی سر کرنا، اس پہاڑ کی بلندی اور شوار گزاری کی نسبت سے ہے۔ کیونکہ فطرت کے مذکورہ اصول حسن کی مطابق پہاڑ کی حسن یہی ہے کہ

سرفک اور دشوار گزار ہو۔ کائنات کی ہر چیز کی حسن، مذکورہ اصل اور قانون سے بلا تکلف عیاں اور بیان ہو سکتا۔

عورت کا حسن

عورت کا حسن بھی تو ہے کہ اس کی زنانہ پن کی خصوصیات کا بھرپور ظہور ہو یعنی سڈول جسم کے ہوتے ہوئے اس کی سر پر عنبرین زلف کی جال، کمان غابرو اور بنجر شمرگان کے بالوں کے سوا باقی پورا بدن تختہ سمین اور بیت بلورین کی طرح بالوں سے مبرا ہو، زرق برق لباس میں ملبوس ہو۔ زیورات اور جواہرات سے ڈھکی ہوئی ہو، چہرے پر گل رنگی، لب پر سرخی، آنکھوں میں کاجل اور پتھیل پر پھنائی میک اپ مہارت سے کی گئی ہو۔ اور یہی ہے عورت پن کی خصوصیات کا بھرپور مظاہرہ آئیے چند لمحات کے لیے ایک ایسی حسین عورت کا دنیا کے تصور میں تلاش کریں جس کے سر کے بال مرد کی طرح کانوں کے برابر کٹے ہوئے ہو یا بالکل صاف کیٹے ہوئے ہو اور قبضہ بھر حسین دھڑھی اور موزون مچھیں، بجاری مردانہ آواز اور مردانہ لباس سر پر مردانہ پگڑی یا ٹوپی ہو اور طبیعت میں مردانہ جلال کا نود ہو کیا عورت کے لیے ایسا ہونا حسن و زیبائی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، صرف

اس لیے کہ حسن فطرت کے اصول حسن پر ان فٹ ہے بلکہ ہر صاحب ذوق حقیقی مرد و عورت کی ایسی صورت اور حلیہ کو مشدین اور مسخ کی بدترین نمونہ قرار دے گا۔

مرد کا حسن

فطرت کی مذکورہ اصول حسن کی اساس پر مرد کا حسن بھی تو ہے کہ جسم کی موزونیت اور اعتدال کے ساتھ اس کی رجولیت اور مردانہ پن کی خصوصیات اور صفات کا بھرپور ظہور اور نمود ہو۔ کسی بھی مرد کا عورت کی مذکورہ اصلی صورت، شکل حلیہ اور لباس میں ڈھل جانا یعنی دھڑھی اور پتھیں صاف کر کے زنانہ چہرہ زنانہ ناز و ادھیزہ اپنانا، فطرت کی اصول حسن اور کسی بھی صاحب ذوق حقیقی عورت کے لیے ویسا مشدین اور رجولیت کا مسخ ہونا ہو گا جیسے کہ مذمقابل کا مذکورہ فرضی صورت اگرچہ ان مقابل صورتوں یعنی عورت کا مردانہ صورت بنانا یا مرد کا زنانہ شکل اپنانے سے طبیعتیں یکساں نفرت نہیں کرتیں اور نہ ہی دونوں شکلوں کے مشدین اور مسخ صورت کو ایک ہی ترازو میں تولد جاسکتا۔ مگر واضح رہے کہ یہ فرق اس لیے نہیں کہ فطرت کی اصول حسن میں کوئی سقم ہے یا صاحب ذوق باہم

کا ذوق اور وجدان میں خلل ہے بلکہ اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مرد کا زبانہ
شکل و صورت اور حلیہ بنانے سے ہماری آنکھیں اور طبعیتیں مانوس ہو چکی ہیں اس
یہ کہ ہم جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں ہر طرف مردوں کی مذکورہ مشابہت
صوتوں کی بھرمار ہے اور مسخ شدہ عورت کی داڑھی وغیرہ مردانہ خصوصیات کے
حامل صورت ایک فرضی صورت ہے جس کا خارج میں وجود نہیں جس سے ہم مانوس
ہوئے ہوئے، اس بنا پر ہمارے لیے وہ بہت زیادہ باعث نفرت ہے
اور یہ کم ہاں ہمارے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں دونوں مسخ شدہ
شخصیں، بالکل ایک ہی طرح باعث نفرت ہیں جیسا کہ پیش لفظ میں ایک صاحب
کشف فیکر کے کشف کا قصہ ذکر کر چکا ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور فرشتوں
کی نظروں میں آج بھی مذکورہ دونوں مسخ کردہ صورتیں یکساں منحوس اور مبغض ہیں۔
اور عالم برزخ نیز قیامت کے دن جملہ انسانوں کی نظروں میں بھی مذکورہ دونوں
مشابہت اور مسخ کردہ صورتیں ایک جیسی باعث نفرت اور نحوست کی شکل میں نمودار ہوں گی۔

امریکہ میں ایک سروے

ماضی قریب میں امریکہ کے کالجوں یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں

پڑھنے والی لڑکیوں سے ایک گشتی سوالنامہ میں چند سوالات پوچھے گئے تھے جن میں
سے ایک سوال یہ تھا کہ شوہر کے بارے میں تمہاری جذبات کیا ہے، کیا اس کے
چہرے پر داڑھی پسند کرتی ہو یا داڑھی منہ پر اجڑا ہوا۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا تم شوہر
کے حسن و جمال، مال اور دولت کو اولیت دیتی ہو یا اس کی نیک شہرت اور
عظمت کو اولیت دیتی ہو ان سوالات کے جوابات کارپورٹ پاکستانی اخبارات
میں شائع ہوا تھا اگرچہ اخبار کا نام اور تاریخ اشاعت یقین سے یاد نہیں مگر
یہ بات مجھے یقین اور وثوق سے یاد ہے کہ لڑکیوں کی بھاری اکثریت نے شوہر
کی چہرے پر داڑھی پسند کی تھی اور اس کی نیک شہرت اور عظمت کو اولیت دی
تھیں۔ گویا کہ امریکہ جیسے جدت پسند معاشرہ میں اس چودھویں صدی میں بھی قصہ
ذوق لڑکیوں کی اکثریت نے ”فطرت کی اصول حسن“ کی قانون کی صداقت پر مہر
تصدیق ثبت کر دی۔

دور نہ جائیے خود مشاہدہ فرمائیے

دو جوانوں کو فرض کر لیں ایک بکے چہرے پر حسین اور جمیل مسنون داڑھی ہے
اور موزوں مچھیں ہیں اور دوسرے نوجوان نے ان دونوں کو بیخ و بن سے

کرید کر صاف کیلئے۔ اب فرض کیجئے کہ ان دونوں نے اپنے چہرے کے باؤں سے الٹا معاملہ کیا۔ داڑھی ولے نے اپنی داڑھی اور مونچھیں منڈا کر صاف کر لئے اور دوسرے نے جبین داڑھی اور موزول مونچھیں اپنے چہرے پر رکھ چوڑی۔ اب آپ ان دونوں چہروں کا اپنی آئینہ تصویر میں نظارہ کریں اور دیکھیں کہ کس چہرے پر وقار اور حسن کا اثر نمایاں ہے اور کس چہرے پر مثلہ پن سفلی پن کی ذلت سوار ہے۔ یقیناً داڑھی منڈانے والا اپنے جانے پہچانے لوگوں میں چہرہ چھپا کر جائے گا اور دوسرا اپنے دوستوں کے سامنے فخریہ انداز میں اپنے داڑھی پر ہاتھ پھیرا کہ اونچی آنکھوں سے گم پھرے گا۔

پچھلے بحث کا خلاصہ

فطرت کا قانون حسن سچا اور اٹل ہے لہذا داڑھی مرد کے لیے فطرت کا عطا کیا ہوا عظیم تحفہ حسن ہے، رجولیت اور مردانہ پن کے لیے وقار اور معب و جلال ہے۔ اسے کتنا کترا کر جتنی کمی کرتے جاؤ گے اسی مناسبت سے اپنی رجولیت اور مردانہ پن کی وقار، معب و جلال جیسے حسین صفات میں یقیناً کمی آئے گی۔ وللتاس فیما لیحشون مذاہب۔

فطرت کی اصولِ صحت اور داڑھی

حکیم اور علیم رب کائنات نہ صرف خلاق اور پیدا کرنے والا ہے بلکہ وہ رب اور پالنے والا بھی ہے۔ رجولیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مخلوق کے لیے ان کے بقا و تحفظ کے لیے ان کے مقتضائے حال کے مطابق خود کلام نظام کے تحت انتظام کرنا اور حکیم کامل وہی اہتمام ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی فعل اور تخلیق و ایجاد حکمت سے خالی نہیں اس لیے کہ وہ حکیم ہے۔ یہاں بات ہے کہ ہمارے علم اور سمجھ کی کمی کے سبب ہمیں اس کا علم نہ ہو۔ ایک چھوٹی سی مثال لیجئے۔

ایک حکایت! کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ انسل کا ایک قیمتی باز پالا تھا۔ اتفاقاً ایک دن یہ باز شاہی محل سے اڑ کر کسی بوڑھی عورت کی چوڑی میں جا بیٹھا۔ بوڑھی عورت نے پکڑ کر تھوپڑی میں باندھ لیا، بوڑھی نے شفقت اور دلسوزی کا مظاہرہ کر کے باز کی مہمانی پانی دانے سے شروع کی مگر باز دانے نہیں کھاتا۔ قصہ مختصر بوڑھی بھی پرندے کی ٹھوک سے پریشان ہو گئی۔ باز کے نوکیلے پنجوں اور ٹیڑھے چونچ کو جب دیکھا تو یقین

ایا کہ انہیں کانٹوں اور چوڑخ کے ٹیڑھ پر سے بچا رہ نہیں کھا سکتا ہے
چنانچہ تیز چاقو سے باز کے چوڑخ کا خمیدہ اور نیچوں کے کیل کانٹے صاف
کر ڈالے، وہ اپنی سمجھ کے مطابق تو بہت اچھائی کر رہی تھی مگر اسے کیا
خبر کہ باز کے حکیم اور علیم رب نے بھی کچھ تو باز کی بہبود اور زینت کے لیے
عطا کیا ہے۔

انسانی جسم میں فطرت کا خود کار نظام

انسانی جسم جسے عالم صغیر بھی کہنا جاتا ہے۔ اس کے بقا اور تحفظ
کے لیے قدرت نے اس کے اندر جو آٹومیٹک نظام وضع کیا ہے۔ شاید
پوری سائنسی مشینری میں اس کا نظیر نہیں ہے۔ مثلاً انسانی جسم کے لیے حرارت
اور برودت یعنی گرمی اور سردی کا معتدل ماحول درکار ہے گرمی اور سردی
کی شدت انسان کے لیے ضرر رسان ہے جب جسم کا پتھر پھر درجہ حرارت
نقصان دہ حد تک بڑھ جائے تو اگر خاندانی تدابیر سے اسے کم کرنے کا کوشش
نہ کی گئی تو اندرونی خود کار نظام کے تحت جسم پانی خارج کرنے لگتا ہے جسے
ہم پسینہ کہتے ہیں۔ اس طرح گویا کہ جسم خود کو نہلاتا ہے۔ اس بھیگی جسم پر جب

ہوا کی جھونکے لگتی ہیں تو جسم کو ٹھنڈا کر پہنچ جاتا ہے اور درجہ حرارت خود
بخود کم ہو جاتا ہے۔

اس طرح شدید سردی کی وقت اندرونی خود کار نظام کے تحت اعضا
میں لرزش اور تھمنا شروع ہوتا ہے اس حرکت کے نتیجے میں جسم کی حرارت
بحال ہو جاتا ہے۔

انسانی جسم میں بعض اعضاء بہت نازک ہوتے ہیں جو کہ خارجی اثرات
سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے چہرہ اور گردن۔ آپ نے دیکھا ہوگا
کہ سخت گرمیوں میں ہر ایک اپنے سر اور گردن کو تیز دھوپ اور گرم ہوائی
سے مختلف ذرائع سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

واٹر صحت کی محافظ ہے

قدرت نے انسان کے سر اور گردن کو دھوپ اور سردی کی شدت
سے محفوظ بنانے کے لیے سر پر بالوں کا ایک حسین جنگل بنایا ہے اگر کوئی مرد
اپنے بالوں کو سنفت کے مطابق بٹھائے رکھیں جس کا آخری حد کندھول تک
بڑھانا ہے تو نہ صرف سر بلکہ گردن کا پچھلا حصہ بھی کافی حد تک خود بخود تیز

دھوپ گرم اور سردی کی ضرورت سانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسنون
دارھی گردن کے اگلے حصے کے لیے ایک فطری گلوبند، یا سائبان کا کام دیتا
ہے۔ مگر جو لوگ نہ سر پر گھنٹے اور مسنون بال چھوڑتے ہیں اور نہ دارھی کھتے
ہیں انہیں قدرت کے اس خود کار نظام تحفظ کے بدلے گرمیوں میں سر
اور گفن پر سایہ کرنے کے لیے یا تو چھتری کا سہارا اور یا چھتری ٹاؤپنی
اور ہیٹ کا سہارا ضرور لینا پڑے گا۔ جس کا فائدہ پھر بھی اچھوتا ہے اس
لیے کہ گرمی کی ضرورت کا احتمال پھر بھی موجود ہے اور سردی کی شدت سے
بچنے کے لیے سر پر گرم ٹاؤپنی کے علاوہ گردن پر گرم کپڑا لپیٹنا پڑے گا جسے گلوبند
کہا جاتا ہے۔

مسنون دارھی اور مچھلی جراثیم کیلئے مائع ہیں

اچکل یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ موائے جہاں انسان سانس لیتا ہے۔
وہ موائے جراثیم آلود ہوتی ہے جتنی بھی ہوا زمین سے قریب تر ہوتی ہے۔ انتہی ہی
اس میں جراثیم کی بھرمار ہوتی ہے اور ان موائے جراثیم میں مختلف متعدی اور
مہلک امراض کی جراثیم بھی شامل ہوتی ہیں اور زمین سے بلندی کی مناسبت

کے فرق شدت بلندی شریعت نے مچھلی جراثیم کی آخری حد یہ مقرر کی ہے کہ
بالائی لب کی سرخ کنارے سے نیچے منہ میں دھکے لگے لکھی منہ کی چھوٹائی کے برابر ہی
طرح بال کاٹ لیا کرے کہ بالائی لب کا سرخ کنارہ ظاہر ہو اس طرح شریعت نے
منہ انسان میں جراثیم داخل ہونے سے دو طرفہ تحفظ کا انتظام کیا اگر مچھلیوں
کی بال بالائی لب کی سرخ کنارے سے بڑھ جاتے تو اندیشہ ہے کہ بالوں میں پھنسے
ہوئے جراثیم کھانے پینے کے ساتھ منہ میں داخل ہو کر صحت کیلئے مضر ثابت ہو
جائے اور مچھلیوں کو منہ کی کچا اس صلیک بڑھانے کی اجازت دینے سے یہ فائدہ حاصل
ہو کہ انسان کے چہرے کے بالمقابل ہوا اور سر سے بلند ہوا میں بھی جراثیم ہوتے
ہیں ہوا وں گانگ میں داخل ہونے کے وقت یہ مسنون مچھلیوں کی چھلنی سے
بھی گزر جاتے تو قدرت نے ناک کے اندر بھی بالوں کا ایک جھل بنا رکھا ہے۔
جس سے اندر جانے والی ہوا تیسری مرتبہ بھی چھلنی ہو جاتا ہے۔ اس طرح
انسانی پیچھے طرف میں داخل ہونے والی ہوا تمام الالیشوں اور آلودگیوں سے
پاک صاف ہو کر جاتی ہے۔ میں نے بعض فیش ایل افسروں کو دیکھا ہے کہ ان
ناک کے اندر بالوں کا ایک گنجان جال تھا جو سب سے پیچھے والے کو صاف دیکھائی
دیتا ان سے جراثیم کی تناسب بھی کم ہوتی جاتی ہے تو گویا کہ منہ اور ناک میں زمین
کی طرف طرف سے اٹھنے والی جراثیم آلود ہوا کیلئے مسنون دارھی ایک قدرتی
چھلنی اور فلٹر کا کام دیتی ہے۔ جس میں جراثیم ایک کے منہ اور ناک کی طرف فلٹر

بالوں کو ناک سے باہر آنے نہیں دیا تھا۔ شاید اس لیے اس صاحب نے ناک کے اندر اس قدر قی فطر کا اتنا اہتمام کر رکھا تھا کہ اس سے پہلے دو قسمی فطر کو یعنی مسنون موجب اور مسنون دایھی کو وہ ضائع کر چکا تھا۔

چہرے منہ اور ناک کو بار بار دھونا

چونکہ دایھی، مویہیں اور ناک کے اندر کے بال جراثیم کے پھنسنے کا فطری جال ہے جس کے طفیل سانس کے ذریعہ اندر جانے والا ہوا تو یقیناً جراثیم وغیرہ آلائشوں سے صاف و شفاف ہو جاتا مگر یہ تینوں پھلنیوں اور فطر تو بذریعہ جراثیم وغیرہ مضر صحت آلائشوں کا گویا ایک بھرپور خزانہ بن جاتا ہے اس لیے شریعت اسلامی نے دل میں پانچ مرتبہ جو نماز فرض کیا ہے اس کی صحت کیلئے وضو شرط اول ہے اور ہر وضو میں چہرہ، منہ اور ناک دھونے کا حکم ہے اس وضو کے بے شمار فوائد اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مذکورہ تینوں پھلنیوں اور فطر جو جراثیم وغیرہ سے بھر گئے تھے۔ ان کی بار بار تطہیر اور صفائی ہوتی رہے تاکہ صحت جسمانی کے تحفظ کا فریضہ حسن و خوبی سے انجام دیتی رہیں۔

اب آپ خود انصاف کیجئے کہ ان فطری محافظین صحت کو ضائع کرنے سے انک

نے کیا کمبویا اور کیا پایا۔ بے شک عقل سلیم اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ ہے۔

دایھی منڈانے کی سائنسی مفزات

سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ بات مسلم ہے کہ انسان کے چہرے کی جلد کے بیرونی سطح پر فطرت نے باریک ترین اور نازک ترین خلیوں (سیلز) کا ایک گنجان جال بچھایا ہے۔ خلیوں کا یہ جال انسانی چہرے کو حسن و رونق اور دلربائی سے بھرپور قوت اور غذائیت بیرونی ماحولیات سے جذب کر کے پہنچاتی ہے نیز دونوں رخساروں پر شریاٹوں کی بچھی ہوئی جال کی وساطت سے مذکورہ خلیے (سیلز) آنکھوں کے لیے قوت بینائی اور دماغ کے لیے قوت دماغی میں یا تو مدد دیتی ہیں یا ان قوتوں کے لیے ان خلیات کی سلامتی، بیرونی مفزات سے تحفظ کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے خود دیکھا ہے کہ انسان کے اندرونی تغیرات، احساسات اور جذبات سے یا بیرونی تغیرات واقعات اور حالات سے انسانی جسم کے اعضاء میں سے جو عضو زود تر، زیادہ اور نمایاں تر، اثر قبول کر کے اس کو زبان حال سے بیان کرتا ہے وہ انسانی چہرہ ہی ہے۔ چہرہ گویا پیش آمدہ تغیرات کے لیے ٹی وی کا پردہ ہے اور پیش

لئے دلے حالات کے لیے رازدار ہے۔ یہ سب کچھ سبقت جو چہرہ کو حاصل ہے اس کی ظاہری سبب چہرے کی مذکورہ خلیات کا کوشش ہے۔ اس سے آپ کو کم از کم یہ اندازہ تو ہو کہ چہرے کی خلیات (سینز) اثر پذیری کے لحاظ سے انتہائی حساس واقع ہوتے ہیں ان کی نزاکت کی یہ عالم ہے کہ چہرے پر ہاتھ پھیرنے اور چہرے پر ہاتھ ملنے سے بھی ان کے کسی ایک ضائع اور بے کار ہو جاتے ہیں۔

چہرے پر استراچلانا چہرے کی فطرتی و فنی ضائع کرنا ہے

جب چہرے کی مذکورہ نازک ترین اور حساس خلیات پر بار بار استراچلایا جاتا ہے تو چہرہ کو فطرتی حسن اور تازگی پہنچانے والے خلیات کا بیشتر حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا ہے اب خواہ کوئی اس حسن رفتہ کے لیے چہرے پر مصنوعی حسن لانے کے لیے کتنے پوڈر اور کریم بھی ملیں لیکن یہ حسن امداد تازگی مصنوعی ہی ہوگی۔

چہرے کے خلیات کی ضیاع کا انجام بالکل ہی ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کسی مالیار اور باغبان درختوں کے شاخوں کے پتے پر تیز دھاری آکر چلاتا پھرتا ہے چوڑے باغبان کا فوق حسن فاسد ہو چکا ہے۔ وہ اس لیے ایسا کرتا ہے

تاکہ درخت کے نازک شاخ، پھول اور پھل بے پردہ ہو کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں ان کے حسن بے حجاب سے لطف اندوز ہو اور پھول ہی شاخوں پر دوبارہ پتیاں نمودار ہوتی ہیں تو باغبان پھر اسی خوف کے پیش نظر کہ درخت کے پھول پھل اور نازک شاخوں کی حسن پتیلوں سے محبوب ہو جائے گی لہذا پتیلوں کا سر قلم کرنے لگتا ہے۔

کیا باغبان کے اس عمل کے ہوتے ہوئے درخت کے شاخوں، پھولوں اور پھلوں میں خدا داد حسن، لذت، صحت اور تازگی کی بقا کی امید کی جاسکتی ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہی مثال سمجھو چہرے کی خلیوں کا ضائع کرنا اور چہرے کی خدا دی ہوئی امید باندھنے کا۔

یہ چہرے پر استراچلانا گویا کہ مہلک جراثیم کیلئے
جسم کا بن دروازہ کھولنا ہے

مشاہدہ سے ثابت ہے کہ دماغی پرخواہ کتنی احتیاط سے استراچلایا جائے تو بھی چہرے کی نشیب و فراز میں ضرور کہیں چھڑا زخمی ہو کر خون رس کرے نمودار ہوتا ہے، پس جراثیم کے داخلہ کے لیے جسم کے کسی حصہ میں اتنی جھیدا اور

کا۔ جب ایڈز کی وائرس اپنی پرورش مکمل کر لیتا ہے۔ تب وہ مختلف مونی ،
امراض کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ ہے ایڈز کی وائرس کی مدت پرورش یہ ،
مدت ۲ اور ۴ سال کے ۱۲ سال تک ہو سکتا ہے یعنی جس دن یہ وائرس جسم
میں داخل ہوا ضروری نہیں کہ فوراً کسی بیماری کا مظاہرہ کرے بلکہ ممکن ہے کہ ۱۲ سال
کے بعد مہلک بیماری کا مظاہرہ کرے۔

البتہ جس دن سے کسی انسان کے جسم میں یہ وائرس پہنچا اسی دن
کے بعد اس مدت پرورش میں بھی ایڈز کا وائرس کسی دوسرے انسان تک متعدی
ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایڈز کی وائرس نے ایک وبائی شکل اختیار
کی ہے کیونکہ ایڈز کی وائرس سے متاثر شدہ انسان اپنے آپ کو خود بھی سونفید
صحت مند سمجھتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسے صحت مند سمجھتے ہیں اس لیے
نہ وہ خود پرہیز کرتا ہے اور نہ دوسرے لوگ اس سے اجتناب کرتے ہیں۔

**ایڈز نامی بیماری کسی صحت مند انسان
کو کن ذرائع سے لگتی ہے۔ !**

ایڈز بیماری لگنے اور پھیلنے کے ذرائع حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مرد اور عورت میں سے جب کسی ایک کے جسم میں ایڈز کا وائرس
پہنچ چکا ہو اور دوسرا خواہ بالکل صحت مند ہو یعنی اس کا جسم اس مونی وائرس
سے پاک اور محفوظ ہو، یہ دو انسان جب آپس میں ہم بستری یعنی جماع یا زنا
کر لے تو صحت مند فریق کے جسم میں بھی ایڈز کا وائرس پہنچ جاتا ہے۔
۲۔ مرد کا مرد سے بدغلی لواطت سے ایڈز لگ جاتا ہے۔

۳۔ ایڈز وائرس جس کا انسان کے جسم میں پہنچا ہو۔ اس انسان کا خون جب
کسی صحت مند انسان کے خون سے ٹچ ہو جائے اور لگ جائے اس سے صحت مند
انسان کے جسم میں ایڈز کا وائرس داخل ہوتا ہے۔ خواہ خون کا یہ ملاوٹ اور
اتصال زیادہ ہو یا قدرہ بھر اس کا فرق نہیں مثلاً (الف) ہسپتال میں ڈاکٹر نے
کسی مریض کو ایسے شخص کا خون دیا جو بظاہر صحت مند تھا مگر اس کے جسم میں ،
ایڈز کا وائرس موجود تھا۔

(ب)۔ کسی ڈاکٹر وغیرہ نے کسی ایسے انسان کو انجکشن لگایا جس کے جسم میں
ایڈز کا وائرس موجود تھا اور پھر ڈاکٹر نے نہ تو سوئی (نیڈل) تبدیل کیا اور
نہ ہی اس کو سٹرلائز کیا یعنی اُبلتے ہوئے پانی میں یا نج منٹ تک نہیں اُبالا، بلکہ

دوسرے صحت مند انسان کو انجکشن کرنے میں وہی سوئی اینڈل استعمال کی۔
یا کسی تیز دھار آلہ سے کسی اینڈر زونہ بچے کا نٹھ کیا یا لٹکی کا ناک یا کان میں سوراخ
کیا یا اور کہیں اس کا جسم زخمی کیا اور پھر بغیر سٹرپلائز نہ کرتے اسی آلہ سے دوسرے
لڑکے کا نٹھ کیا۔ یا لٹکی کا کان یا ناک میں سوراخ کیا یا کہیں اور جگہ جسم میں زخم
کیا تو اس طرح بھی اس دوسرے صحت مند مریض، لڑکے اور لڑکی کے جسم میں
"ایڈز" کی بیماری پہنچ سکتی ہے۔

(ج) جب کوئی حجام کسی ایسے مرد کا شیوہ اور حجامت کرے یعنی دائرہ صحت مند
جس کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس موجود ہو اور شیوہ کرنے کے اس "ایڈز"
زودہ انسان کے چہرے میں کہیں سرسوز زخم ہو گیا ہو جس کے خون پر بلیڈ گزرا گیا ہو۔
چونکہ اس مریض کا وہ خون جس میں "ایڈز" کا وائرس ہے بلیڈ کے ساتھ لگا اور اس
مشین کے کنارے کے ساتھ بھی یہ خون لگا، جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے۔ اب
اگر حجام نے اسی بلیڈ اور مشین کے ساتھ کسی دوسرے تندرست انسان کا شیوہ
اور حجامت شروع کی اور اسی دوران اس کے چہرے پر سرسوز کے مقدار بھی زخم
ہوا تو اس شخص کے جسم کے اندر بلیڈ اور مشین کے کنارے چمٹے ہوئے "ایڈز" کی وائرس

اسی زخم کی راہ سے داخل ہو جائیں گے اور یہ شخص بھی "ایڈز" کا شکار ہو جائے گا۔
عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر حجام ہر شیوہ کے لیے نیا بلیڈ استعمال کرے
تو "ایڈز" کے وائرس سے حفاظت ہو جائے گی مگر یہ بات درست نہیں ہے۔
جب تک حجام بلیڈ مگر اس آئینہ میں بلیڈ رکھتا ہے اسے ان دونوں کو تبدیل نہ
کرے یا سٹرپلائز نہ لے تب تک "ایڈز" کا خطرہ بدستور موجود ہے اس لئے
کہ مریض کا خون جس طرح بلیڈ کو لگا ہے۔ اسی طرح اس آلہ کو بھی خون ضرور لگا ہے
جس میں بلیڈ فٹ کیا گیا ہے اور "ایڈز" پہلانے اور تندرست انسان کو تک پہنچا
کا بہت تشویش ناک ذریعہ ان حجاموں سے جن بھر لوگوں کا شیوہ کرتا ہے اور
عموماً شیوہ کرنے میں ضرور کہیں تھوڑا بہت زخم ہو ہی جاتا ہے۔ "ایڈز" کی ہدایت
خیزیاں صرف اسی فرد تک محدود نہیں جسے "ایڈز" لگ جاتا ہے۔ بلکہ اس کی بیوی کو
یہ مرض لگ جاتا ہے اس کے بعد اس عورت سے جتنے بچے پیدا ہوتے رہیں گے۔
ان کو "ایڈز" بیماری مادر زاد طور پر لگ چکی ہوتی ہے۔

ایڈز جن ذرائع سے نہیں پھیلتا۔

"ایڈز" کے مریض کو اگر مجھ کاٹے یا پسو وغیرہ اور پھر بھی پتھر پستو وغیرہ

اور پھر یہی پتھر پتھر دینہ جب تندرست آدمی کو کاٹے تو اس سے اس تندرست آدمی کے جسم میں "ایڈز" کا وائرس داخل نہیں ہوتا ہے۔ نیز "ایڈز" کے مرض کی سانس، تھوک، پسینہ، بول و براز سے یا اس کے برتن میں کھانے پینے یا اس کے بسترے میں سونے یا ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے، مصافحہ یا معانقہ کرنے سے تندرست انسان کو ایڈز کا مرض نہیں لگتا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

"ایڈز کا علاج نہ تو حوالاً ممکن ہے اور نہ"

آئندہ امید ہے

"ایڈز" کا مرض چونکہ لواطت اور زنا جیسے بھیانک بے حیائی اور فحشا کے پاداش میں ایک قہر الہی ہے جس نے انسان کو اسی فن میں چیلنج کیا جس میں ماہرین فن کو ناز تھا یعنی علاج معالجہ کا فن یا سائنسی ترقی کا دور مگر جلد ہی انسان کو اپنی بے بسی اور بے علمی کا اقرار کرنا پڑا۔

سائنسی ماہرین نے "ایڈز" کی علاج سے دائمی بے بسی کا اعلان کر دیا

پچھلے دنوں بی بی سی، ریڈیو نے اپنی سانس کلب میں "ایڈز" کے موضوع

پر ایک امریکی سائنسدان کا انٹرویو شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سائنسدان اگر "ایڈز" کے وائرس کے خلاف کسی ٹیکے اور دوائی کے ایجاد میں بالقرن کامیاب بھی ہو جائے تو بھی یہ سعی لاحاصل ہوگی۔ اس لیے کہ "ایڈز" کی وائرس میں قدرت نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جسم کے مدافعتی نظام کو بڑی آسانی سے دھوکہ دے سکتی ہے۔ اس طرح گویا کہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے دوائیوں کے حملے کی وار بھی بڑی مہارت سے خطا کر سکتی ہے۔ امریکی ماہر نے بتایا کہ "ایڈز" کی وائرس بار بار اپنی شکل بدل سکتی ہے۔ اگر ان کی ایک شکل پر دوائی اثر انداز ہو کر دفاعی نظام انہیں دیکھنا چاہے تو وہ ایسی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کو دفاعی فوج پہچانے میں ناکام ہوتی ہے۔ لہذا "ایڈز" کے خلاف کوئی تدبیر کارگر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

نوٹ:۔ امریکی ماہر کے انٹرویو کے الفاظ سائنسی اور اصطلاحی تھے میں نے سمجھانے کی غرض سے اپنے الفاظ میں اس کو پھیلا دیا ہاں اصل اور بنیادی مہم یہی تھا جو میں نے عرض کر دیا۔

حاصل بحث: مسنون داڑھی آپ کی امراپ کے اہل و عیال کی صحت کا محافظ ہے اسے جاموں کے استروں کے حوالہ کر کے آپ یقیناً نہ صرف اپنی

خودکشی کو دعوت دے رہے ہیں بلکہ اپنے نسل کو اپنے معصوم بچوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے درپے ہیں۔ "ایڈز" کے بارے میں تاہنوز سائنس دانوں کی تحقیقات کا پنجوڑ اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ مرض انسانیت میں تیزی سے پھیل رہی ہے کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہ مرض نہ پہنچی ہو۔ یہاں تک کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ قبائلی علاقے میں بھی آپہنچا ہے۔ شاید متحدہ امارات کے مسافرین کی وساطت سے ماہرین "ایڈز" کا کہنا ہے کہ ایڈز کی وائرس میں یہ استعداد ہے کہ اگر کنٹرول نہ ہوا تو ۲۵ سال کی مدت میں پوری نسل انسانی کو چاٹ کر ہرب کر سکتی ہے۔

ایڈز سے بچاؤ کا طریقہ

عالم اسباب کے تحت تو اس مرض سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسباب سے قطعی اجتناب کیا جائے جن سے بیماری پھیلتی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں یعنی شوہر زن پر اکتفا کرے اور زن شوہر پر، بالفاظ دیگر دونوں عمر بھر بڑے اجتناب کریں، نیز مرد کا مرد سے بدغلی سے زندگی بھر اجتناب کرنا، حجاموں سے شیو وغیرہ نہ کر لے اگر کرنا چاہے تو ایسے ادارے جو ایڈز کی وائرس

سے یقیناً محفوظ ہو وغیرہ۔

اور "ایڈز" سے مجموعی انسانوں کے بچاؤ کا حقیقی سبب، لواطت اور زنا سے انسانیت کا اجتماعی توبہ ہی ہے۔

قصہ مختصر حالانکہ ماہرین کا یہی تحقیقات ہے جو آپ نے سن لئے نہ جانے آئندہ یہ مرض کیا شکل اختیار کرے گی اور سائنس دانوں کے تجربات اور تحقیقات کیا رخ اختیار کرے گی۔

مستون و اطرحی مردانہ قوت کیلئے صحابہ فطریہ

واضح رہے کہ فطرت نے انسانی جسم کے اندر مختلف غدیر (گھمٹیاں) رکھی ہے جو کہ جسمانی ضروریات کے پیش نظر وہ مختلف طبوبات خارج کرتی ہیں اور ہر ایک غدہ اپنی مخصوص رطوبت کے ذریعہ جسم کا ایک پورا نظام کنٹرول کر لیتی ہے۔ نیز قدرت نے ہر ایک غدہ میں اس مخصوص رطوبت کے اخراج کا ایک مخصوص اور محدود مقررہ رکھ دی ہے۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا
خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا

اور ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر ہم اسے معین اندازہ پر نازل

بَقْدَرٍ مَّعْلُومٍ (بخشش) کرتے ہیں۔

(پیک الحج، آیت ۲۱) (پیک سورۃ الحج، آیت ۲۱)

مثلاً ایک غدہ ہے جو کہ ایک مخصوص رطوبت خارج کرتی ہے۔ جسے (انسولین) کہا جاتا ہے جب کوئی شکر، حلویہ وغیرہ میٹھا چیز کھا لیتا ہے۔ تو مذکورہ غدہ انسولین خارج کر کے اس میٹھی چیز کو ہضم کر کے اسے خون میں شامل ہونے کا قابل بناتی، انسولین کے سوا میٹھی چیز کو معدہ ہضم نہیں کر سکتی ہے۔ جب کوئی انسان میٹھی چیزیں زیادہ مقدار میں بار بار کھاتا رہتا ہے تو آخر کار مذکورہ غدہ کا انسولین بنانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب شکر خور کسی بھی میٹھی چیز کو کھا لیتا ہے تو بدن کے اندر اسے ہضم ہو کر بدن کا جزو نہیں بن سکتا ہے بلکہ عزیز ہضم شدہ چینی اور شکر جتنا کھا لیتا ہے۔ وہ سب شربت کی شکل میں پیشاب کے ساتھ بہہ نکلتا رہتا ہے اور اس طرح انسانی بدن ایک اہم جزو اور عنصر یعنی میٹھا سس سے محروم ہو کر ضعف اور کمزوری کا شکار ہو جاتا جب تک کہ مصیبتی انسولین کی بخشش تازہ نہ لگاتا رہے۔ پیشاب میں شکر کی شربت خارج ہونے کو (شوگر) کی بیماری کہا جاتا ہے۔

خلاصہ انسولین کی رطوبت جسم میں اس لیے ختم ہوا کہ شکر خور انسان نے انسولین کو مٹا دیا انداز میں خرچ کیا اور یہی کیفیت ہے جسم کے جلد محفوظ خزانوں کا اگر اسے بے اعتدالی سے خرچ کرتا رہے تو انسان اسے قبل از وقت ختم کر بیٹھتا ہے، ایسا ہی اگر کسی جسمانی قوت کے خزانہ کو سنبھال کر اور معطل چھوڑ دے اور اس کو مطلوبہ مناسب مقدار میں بھی استعمال نہیں کرتا تو بھی ان اس قوت کو کھو بیٹھتا ہے۔

ٹیسٹو سٹیرون رطوبت اور اس کی کارکردگی (خصیوں کا غدہ) مرد کی جسم میں فطرت نے خصیوں کی غدد (گلکٹیاں) پیدا کی ہیں جس کی رطوبت کا مردانہ قوت اور مردانہ پن کی خصوصیات کو کنٹرول کرنے میں بہت اہم رول ہے یہاں تک کہ مرد کی داڑھی اور مچھیں بھی اسی رطوبت کا مردانہ منت ہیں چونکہ عورت کے جسم میں یہ رطوبت نہیں ہے اس لیے اس کے چہرے پر نہ تو داڑھی اور نہ مچھیں ہیں اور نہ مردانہ پن کی دیگر خصوصیات ہیں اور یہ بات بہت ہی قریب قیاس ہے کہ جو لوگ بار بار داڑھی منڈاتے ہیں ان کے جسم کی مذکورہ رطوبت (TESTO-STERONE) ٹیسٹو سٹیرون کا

اعتدال برقرار نہیں رہتا ہے اس لیے کہ دائرہ کی باول کے ساتھ اس رطوبت کا ایک خاص تعلق ہے۔ جیسے چولی دامن کا۔ مثال کے طور پر زمین میں کاشت کردہ وہ سبزہ زار جسے زمیندار بار بار بیخ سے کاٹتا ہے جیسے گندہ نا، یا مویشیوں کا چارہ زمین جب اسے دوبارہ اگاتی ہے تو اس کے لیے نئے بھر پور کھاد کی ضرورت ہے کیوں کہ زمین اس پر از سر نو کافی مقدار میں قوت صرف کرتی ہے۔ بالکل یہی مثال دائرہ کی منڈانے اور اگنے پر چسپان کی جاسکتی ہے کہ دائرہ کی باول کے توازن بگڑنے کے ساتھ ساتھ دائرہ کی اگنے کی مذکورہ مخصوص نقطہ میں ہر وقت بے اعتدالی اور صرف بے جا کی سی کیفیت ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں مرد کی قوت مردانگی (سیکس) کا توازن بگڑ جاتا ہے اس لیے کہ مرد کی قوت مردانہ (سیکس) کو یہی ہارمون کنٹرول کرتا ہے جب اس ہارمون (سٹوسٹیرون) میں ہر وقت کمی بیشی اور بے اعتدالی رہتی تو اس کے زیر کنٹرول قوت مردانگی میں لازمی طور پر بے اعتدالی رونما ہوگی اور اس عمل کے تسلسل سے آخر کار اسٹوسٹیرون میں مستقل خلل واقع ہو سکتا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوت مردانگی (سیکس) میں خلل واقع ہونے کی صورت میں نمودار نہا ہے یعنی نامردی۔

عین ممکن ہے کہ عام طور پر جو شہور ہے کہ دائرہ کی باول کا قوت مردانگی (سیکس) بہت زیادہ اور دائم ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہو اور اس کا کبھی تو جہیز یہی ہو کہ دائرہ کی برکت سے ایسے لوگوں کے (سٹوسٹیرون) میں ہمیشہ توازن اور اعتدال رہتا ہے جس کے نتیجہ میں ان کی قوت مردانگی (سیکس) میں بھی اعتدال اور توازن رہتا ہے اور اعتدال ہی کسی بھی قوت کے استحکام اور دوام کا گویا دوسرا نام ہے۔

دائرہ کی بارے میں ڈاکٹر ولیم ہارمون سائنس دانوں کی رائے ایک ماہر اور نامی ڈاکٹر دائرہ کی منڈانے کی مضمرات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”دائرہ کی بار بار اُسترا چلانے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور ان کی بنیادی کمزور ہوتی رہتی ہے۔“
(مانعہ از۔ دائرہ کی قدر و قیمت ص ۱۵، تالیف علامہ عاشق الہی میٹھی)
ایک دوسرا ڈاکٹر دائرہ کی فوائد گنتے ہوئے لکھتا ہے
”نینچی دائرہ کی مضمرات جراثیم کو اپنے اندر لہجہ کا خلق اور سینے

تک پہنچنے سے روک لیتی ہے۔

(حوالہ مذکور)

ایک اور ماہر جنسیات ڈاکٹر تو یہاں تک لکھتا ہے۔

اگر سات نسلوں تک مردوں میں داڑھی منڈانے کی عادت

قائم رہی تو آٹھویں نسل بے داڑھی کے پیدا ہوگی اور اس کا مطلب

یہ ہے کہ ہر نسل میں مادہ منویہ کم ہوتے ہوتے آٹھویں نسل میں مفقود

ہو جائے گا۔“ (حوالہ مذکور)

داڑھی منڈانے والوں کے منہ پر تو امریکن ڈاکٹر چارلس ہومر کی تخریر ایک

طمانچہ ہے۔ ماہر سائنسدان چارلس ہومر کی یہ تخریر آج سے نصف صدی پہلے

شائع ہوئی تھی اور اس کا بلفظ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

”ایک مضمون نگار نے داڑھی مونڈنے کے لیے برقی سوتیاں ایجاد

کرنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے۔ تاکہ وہ تمام وقت جو داڑھی مونڈنے

کی نذر ہوتا ہے بچ جائے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا آخر داڑھی کے نام سے

لوگوں کو لڑنے کیوں چڑھتا ہے۔ لوگ جب اپنی سروں پر بال رکھتے ہیں

تو پھر چہرہ پر ان کے رکھنے میں کیا عیب ہے۔ کسی کے سر پر سے

اگر کسی جگہ کے بال اٹ جائیں تو اسے اس گنچ کے انہار سے شرم

آیا کرتی ہے۔ لیکن یہ عجیب تماثر ہے کہ اپنے پورے چہرے کو وہ

خود خوشی سے گنجا کر لیتے ہیں اور اپنے کو داڑھی سے محروم کرتے

ذرا نہیں شرماتے جو کہ مرد ہونے کی سب سے زیادہ واضح علامت

ہے۔ داڑھی اور مچھیں انسان کے چہرے کو مردانہ قوت، استحکام

سیرت، کمال فردیت اور علامات امتیاز بخشتی ہیں اور اس کا بقا و

تحفظ بھی دلیری کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی تھوڑے سے بال میں جو مرد

کو زنانہ صفات سے ممتاز بناتے ہیں۔ عورتیں اپنے دلوں میں داڑھی

اور مچھوں کی بڑی قدر رکھتی ہیں اور باطن میں بے ریش مردوں کی نسبت

باریش و بروست مردوں کی زیادہ دل دادہ ہوتی ہیں۔ بظاہر تو ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ ان کو داڑھی اور مچھیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اس کا

سبب صرف یہ ہے کہ وہ فینش کی غلام اور رواج کی ماتحت ہو کر گئی

ہیں اور بد قسمتی سے آج کل داڑھی اور مچھیں فینش کی بارگاہ سے مرد

ہو چکی ہیں۔ نمقنوں اور منہ کے سامنے تھوڑے سے بالوں کی موجودگی
ایک اچھی چھلنی کا کام دیتی ہے اور مضرت رساں خاک مٹی اور بہت
سے جراثیم ناک یا منہ میں نہیں جانے پاتے لمبی اور گھنی داڑھی گلے کو
سردی کے اثرات سے بچائے رکھتی ہے،

آپ نے دیکھا کہ ڈاکٹر جو مرد داڑھی منڈانے کو چہرے کا گنج اور داڑھی رکھنے
کو مردانہ امتیازات، اور قوتوں کی تحفظ اور بقا کا ضامن ٹھہراتا ہے، نیز جینی
عورتوں کے لیے یہی خصوصیت دل دادگی کا فطری سبب کے سوا یہی تھوڑے
سے بال مختلف امراض نزلہ و زکام سے بچانے کے لیے فطرتی ڈھال قرار دیتے
ہیں۔

ڈاکٹر جو مراگے جا کر لکھتے ہیں:-

”داڑھی اور مونچھیں دنیا میں پھر واپس آ رہی ہیں اور اپنی کے
ساتھ وہ فوقیت بھی واپس آئے گی جو قدرت نے مرد کو عورت
پر دی ہے۔ کسی داڑھی رکھنے والے مرد نے کبھی عورت نہیں
پھوڑی تھی۔ داڑھی والا انسان اپنی داڑھی کی ہمیشہ لالچ رکھا

کرتا تھا، اس میں ایک آن ہوتی ہے جو مرد کی شان کو شایان
ہے۔ آخر ایک پورے نوجوان مرد کی یہ تمنا ہو کہ اس کا چہرہ بچوں
کا سا نظر آئے۔ خدا نے داڑھی اور مونچھیں اسی لیے بنائی تھیں کہ
ان سے مردوں کے چہرے کی زینت ہو۔ جو لوگ داڑھی کا مذاق
اور مخول اڑاتے ہیں وہ حضرات یسوع مسیح علیہ السلام کا مذاق اور مخول
اڑاتے ہیں۔ اس لیے کہ مسیح علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے۔“

(حوالہ مذکور)

دیکھا آپ نے ایک عیسائی سکالر اور سائنسدان اپنی سائنسی اور
مذہبی تحقیقات کی روشنی میں اپنے مختصر الفاظ میں کتنے عبرت انگیز اشارات کر
گئے وہ بڑی معنی خیز انداز میں سوال کرتا ہے کہ اگر کار ایک نوجوان مرد پر کیا باث
ہے کہ اپنے چہرے کو لوگوں کے سامنے ایک لڑکے کا معصوم چہرہ پیش کرنا چاہتا
ہے۔ اور داڑھی کا مذاق عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق ٹھہراتا ہے۔

کاشش ایک مسلمان مرد کے لیے اپنے آپ کو عورت نمائی سے شرم دیا
آتی اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں فخر محسوس کرتا۔

میں عقابیت اور بازینہ آجائے گی مگر وقت گزرنے کے ساتھ شاہین نے
کوتے کی طبیعت اپنائی رنگ اور صورت اور نام تو شاہین کا تھا مگر ریت اخلاق
و عادات کے لحاظ سے سو فیصد کوتا بنا۔ کسی شاعر نے اس پر افسوس کرتے ہوئے
فرمایا :-

ہوئی نہ زراغ میں پیدا بلند پروازی

خراب کر گئے شاہین بچے کو صحبت زراغ

فطرت کے بقا را شیاء و انواع کے اس عالم گیر قانون پر کرنا ارض پر آباد نسل آدم
علیہ السلام کا بلا استثنا عمل بھی اس دعویٰ کی ثبوت کے لیے ناقابل انکار حجت ہے۔

اقوام عالم کا امتیازی یونیفارم اور نشان پہچان

اقوام عالم کو دیکھئے ہر ایک قوم ہر ایک ملک اور ایک مذہب کا ایک

امتیازی نشان ہوتا ہے جو اس ملک قوم، مذہب اور پارٹی کو دوسروں سے ممتاز
کرتا ہے۔ اس امتیازی قومی نشان کا رسم و رواج اور بین الاقوامی قوانین کی رو سے
بے حرمتی پسندی قوم اور ملک کی بھیمنتی تصور کی جاتی ہے۔ اس کی توہین و تحقیر ملک و قوم
کی توہین و تحقیر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی ملک اور قوم کسی دوسرے ملک اور قوم کی

امتیازی نشان اور جھنڈے کی توہین اور تحقیر کرتا ہے تو بے اتفاقات و یہی
الفاظ معمولی حرکت اعلان جنگ سمجھی جاتی ہے جس کے نتیجے میں کشت و خون کا بازار
گرم ہو سکتا ہے۔ نیز اندرون ملک کسی ملکی باشندے کا ملکی اور قومی نشان کے
ساتھ توہین آمیز برتاؤ کرنا ملک اور حکومت سے بغاوت سمجھی جاتی ہے۔ ایسے
اور کے خلاف ملکی کارندے اور قوانین حرکت میں آجاتی ہیں۔ اس کی پکڑ و پکڑ
شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف ملک سے بغاوت تک کے مقدمات
قائم کئے جاسکتے ہیں۔

آج اس مادر پدر آزاد، آزادی، لبرل ازم اور وسعت نظر کی دودھ میں
بھی نہ توہین الاقوامی قوانین کی رو سے اور نہ ہی ملکی قوانین کے زاویہ نگاہ سے
مذکورہ تحریری اقدامات اور مقدمات اور بغاوت کے الزامات، عدالت
جہوں کے فتوے کو تنگ نظری کے طعنے دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی اسے فرسودہ
فہمیت قرار دی جاتی ہے اور نہ ہی ایسا کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سمجھی
جاتی ہے، یہاں تک کہ دین جمہوریت میں مذہب، اللہ تعالیٰ اور پیغمبرانِ خدا کے
خلاف توہین آمیز کردار کی کھلی چھٹی ہے مگر قومی اور ملکی پرچم کی توہین قابل گرفت

جرم ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ یہ پرچم قومی تشخص اور عظمت کی تحفظ کا ضامن تصور کیا جاتا ہے۔

ایک ملک کے اندر مختلف اداروں کی امتیازی تشخص کے اہمیت۔

ہر سلطنت اور حکومت کے مختلف اداروں کی پہچان کی اہمیت کے پیش نظر ان کے متعلق افراد کے لیے حکومتی سطح پر مصنوعی امتیازی نشان (ایڈنٹیفیکیشن) لازم قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً بری فوج کا یونیفارم الگ ہے بحری کا الگ اور فضائی فوج کا اور ہے، پولیس کا جدا، ریلوے ملازمین کا الگ، ڈاکخانے کا اور ہے۔ سکاوٹس کا جدا ہے اور نیویز کا اور غرض ادنیٰ سے ادنیٰ شعبے کا امتیازی نشان نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ افسروں کے آپس کے گریڈ اور درجہ بندی کے امتیازی نشانات تک کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس امتیازی یونیفارم پر یہاں تک سختی سے پابندی کرائی جاتی ہے کہ ڈریوٹی ادا کرتے وقت اگر کوئی ملازم بغیر یونیفارم کے پایا جائے تو وہ مستوجب سزا قرار پاتا ہے۔ نیز اگر کوئی عیڑ سرکاری آدمی، یا دوسرے شعبے کا آدمی کسی اور شعبے کا

یونیفارم پہن کر پکڑا جائے تو بھی مستحق سزا ٹھہرتا ہے۔ مگر کوئی نہ اسے، ملک نظری سے تعبیر کرتا ہے اور نہ دقیانوسی ذہن سے؛ کہ وہ ارض کے اقوام عالم کا یہ فطری اتفاق بھی، فطرت کے مذکورہ اصول بقائے قومیت اور تشخص کا ایک اہم دلیل ہے۔

فلسفہ جدوجہد للبقاء۔ سٹرگل فار لائف

ڈارون نے فلسفہ جدوجہد للبقاء کا اصول، فطرت کی اسی اصول سے اخذ کیا ہے کہ کسی چیز کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس چیز میں اپنی امتیازی تشخص کی حفاظت کی استعداد اور صلاحیت ہو، ورنہ وہ اپنی مخصوص زندگی اور وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی اور آخر کار وہ مٹ کر فنا ہو جائے گی۔ مثلاً مہر ماحول کی نسبت سے فطرت نے حیوانات کو جسم، شکل و صورت رنگ و نو و عطا کی ہے۔ باغ و پھولوں کے اندر تفتیلوں کو دیکھو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ اڑنے والا کوئی ننھا سا پھول ہے۔ سبزہزاروں میں زندگی بسر کرنے والے حیوانات کا رنگ سبزہ سے جب امتیاز ہو سکتا ہے جب حرکت کریں دشت اور بیابان کے پرندے اور چرندے مور مارا اگر ساکن ہو تو لباس کھڑا ہونے سے پتھروں، سنگریزوں، مٹی

اور خود رو نبات سے ان کا امتیاز تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، سمندوں میں زندگی گزارنے والے پرندے اور حیوانات کا بیرونی چہرہ ڈاٹر پر دف ہوتا ہے ان کے پائوں کے پنجے اور کھانے کی چونچ بری حیوانات سے مختلف ہیں، درختوں پر بیٹھنے والے پرندوں اور زمین پر راست گزارنے والے پرندوں کے پنجے مختلف ہوتے ہیں۔ انہیں امتیازی خصوصیات میں ان کی بقا کا راز ہے، کتنے دشمنوں کی آنکھوں سے ماحول کی ہم رنگی کے سبب محفوظ رہتے ہیں۔

اگر ان حیوانات نے اپنے مخصوص تشخص اور یونیفارم کو ترک کر کے کسی اور ماحول والوں کی رنگ اور شکل میں ڈھل گئے تو ڈارون کے فلسفہ کی رو سے یہ حیل اصلح للبقا نہیں ہے یا اس میں جدوجہد و بقا کی صلاحیت نہیں ہے لہذا یہ اپنی مخصوص وجود برقرار نہیں رکھ سکے گا یا تو دشمنوں کے لیے غمہ تر بن جائے یا کسی اور نوع میں ضم ہو کر کالعدم ہو جائیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ کائنات کے مختلف اجناس، انواع اور اقوام کی بقا کے لیے ہر ایک کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کی بقا اور تحفظ کو فطرت نے شرط اقل کا درجہ دیا ہے۔

چونکہ مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اقوام عالم سے ان کی امتیازی خصوصیات اور یونیفارم کو شریعت اسلامی نے کسی مصنوعی اور خارجی چیز کو مقرر نہیں کیا بلکہ کسی ایک خلق خدا واد چیزوں کو متعین فرمایا ہے مثلاً دارطھی طبعاً، مچھیں کترانا سر کے بالوں کے درمیان سیدھی فرق نکالنا، ناخن کترانا، مسواک کرنا اور غنتہ کرنا بغل صاف کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، جوڑوں پر میل کھیل نہ بھونچنا ظہیر ان سب میں سے اہم اور اعم اور دوسرے دکھائی دینے والی علامت اور امتیازی نشان دارطھی رکھنا اور مچھیں کترانا ہیں۔ جس چہرے پر اسلامی قیمت کے یہ دو نشانات نہ ہو وہ عیسائی، انگریز، ہندو، مشرک دھرمیے وغیرہ کا چہرہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے مسلمان چہرہ کا نام دینا زیب نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کوئی ان جان مسلمان اس کو پہچان سکتا ہے کہ یہ شخص بھی میرا ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہے۔

ہندوستان بھی مسلمان اور سکھ کو مہضم نہ کر سکا

علامہ حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ ”ہندوستان میں بے شمار غیر ہندو مذہب کے لوگ آج بے سحر چونکہ انہوں نے اپنی مذہبی شعار، قومی یونیفارم اور کلچر کی پابندی

نہیں کی آج وہ سب ہندو معاشرہ میں ایسے جذب ہو گئے کہ ان کے جدا گانہ تشخص اور قومیت کی نام و نشان تک نہیں۔۔۔

مگر اسی ہندوستان میں مسلمان، سکھ تو ہزاروں سالوں سے اور انگریزوں سے آئے ہیں، انہیں اقوام کو اگر ہندوستان چھوڑ نہ کر سکا تو محض ان کے مذہبی یا قومی یونیفارم کی برکت سے۔

سکھوں کو تو بجا طور پر فخر کرنا چاہیے کہ انہوں نے رہتی دنیا پر اپنی مذہبی راج کاسکے سنوالید چوبکھ ان کے مذہب میں جسم کا کوئی بال کٹانا منع ہے اور گڑھی باندھ بھی مذہبی شعار ہے۔ سکھ لوجوانوں نے، ہندوستان تو کیا لندن میں بھی نہ ہٹ اپنی مذہبی شعار اور نشانیاں قائم رکھی بلکہ لندن کے اندر انگریز قوانین کو مات دی اور اپنی مذہبی یونیفارم بگڑھی باندھنا اور مال نہ کٹانے کو فوج و لواہی۔

لندن کے تعلیمی اداروں میں بگڑھی پر پابندی اور
سکھ طالب علموں کا رطلہ

ماضی میں یہ بحث اخبارات کی زینت بنی تھی کہ لندن کی تعلیمی اداروں میں بگڑھی پر پابندی لگادی گئی تھی کہ کوئی اسٹوڈنٹ بگڑھی سر پہ باندھ کر تعلیمی ادارے

میں نہ ہائیں۔ بظاہر تو انگریز قوم غیر اقوام کے یونیفارم وغیرہ مذہبی نشانیوں کو "اولڈ فیشن" یعنی غیر ترقی یافتہ فیشن کا بہانہ اور دلیل بناتا ہے گویا کہ ایسے فیشن رکھنے والوں سے انگریز جہودی کرنا چاہتا ہے۔ مگر ان کی باطنی خباثت اور دشمنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر ایک قوم کو اپنا تابع اور خورشہ چین دیکھا چاہتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ہر ادا اور شکل کو جدید اور ترقی یافتہ بتاتا ہے اور ان کے پیروکاری اور تابع داری کے سوا ہر چیز کو اولڈ فیشن اور پس ماندگی کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ انگریز قوم آج بھی جن دقیانوسی رسم و رواج میں مبتلا ہے شاید کوئی اور قوم نہ ہو۔ مثلاً شاہ پرستی کو لیجیے۔ آج بھی سال کے مخصوص دن میں جلد شاہی خاندان شاہی بالکونی سے علوم کو دیدار عام کرتے ہیں جس کے لیے علوم ترستے ہیں۔ یہی کوٹ پتلون ان کی غربت اور کارخانوں میں مزدوری کی یادگار ہے اور ٹائی ان کے اولڈ فیشن یعنی قدیم ترین مذہبی صلیب عیسیٰ علیہ السلام کو پچھانسی دینے کی یادگار ہے۔

قصہ مختصر بگڑھی باندھنے والوں کا ان کی قومی اور مذہبی یونیفارم انگریز کی آنکھ کا لاشنا بنا تھا۔ مگر اب کچھ سٹوڈنٹس نے اپنی استقامت اور مخصوص فولادی مزاج

سے اس قانون کو پاش پاش کی یعنی انگریز اس قانون کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔
نیز اندا گاندھی نے اپنی وزارتِ عظمیٰ میں جب ہندو افواج کو سکھوں کے دو گولڈن
ٹیپیل "سنہری گوردوارہ کے مذہبی تقدس کو پامال کیا تو اس کا بدلے لینے کے لیے
شیر دل سکھوں نے اندا گاندھی کو دین دھارے گولیوں سے پھیلنی کر دیا، سکھوں کی
اس تاریخی جرات کا نتیجہ ہی سمجھ لینا چاہیے کہ شاید آئندہ کبھی بھی نہرو خاندان ہندوستان
کے وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز نہیں ہو سکے گا۔

انگریز اگرچہ سرد ترین ملک کا باشندہ ہے مگر ہندوستان کی سخت ترین گرمیوں
میں بھی اس نے انگریزی لباس، کوٹ، پتلون، بندگلہ اور ٹائی پائل میں موخرے
یا حجاب پہنا کر گز نہیں چھوڑا۔

اگرچہ آئسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ مسلمان نوجوانوں نے اپنی مذہبی اور قومی
اہم ترین شعائر اور یونیفارم ضائع کر دی۔ مثلاً مسنون دارھی اور مچھیر سدری پر
مسنون حلیہ اور لباس مسلمان کی اس کمزوری نے ہندوؤں کو اس پر دلیر کیا کہ انہوں
نے اس باندھ کی مسلمان کو ہندو قوم میں ضم کرنا اور مضام کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ
سکھ قوم ہے۔ چنانچہ ہندو قوم نے زیر زمین منظم اور متفقہ پالیسی اپنائی ہے کہ مسلمانوں

کے جدا گانہ تشخص کو ختم کر کے ہندو قوم میں مضم کر کے کا وقت آپہنچا ہے۔ یہ بھی
ہندو کو علم ہے کہ مسلمان اسلام کے مذہبی یونیفارم کو عام طور پر پہلے ہی خیر باد کہہ
چکا ہے اور اسلامی اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی برائے نام ہے۔ زنا،
شراب نوشی اور سود کا تو اسلامی ممالک میں کون پوچھتا ہے، ہندوستان میں مسلمان
قوم کی بقا، اذان، نماز جمعہ، عربی میں خطبہ اور عیدین کے اجتماعات کامرہون منت
ہے۔ لہذا ان مقامات کو مشاہدہ جہاں مذکورہ اسلامی نشانات ادا کئے جاتے ہیں
یعنی مساجد کو صفحہ ہند سے مٹا دو۔ جس کی ابتداء پانچ سو سالہ تاریخی بابری مسجد
سے کی گئی کیونکہ یہ مسجد مسلمانوں کے لیے صرف قومی علامت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں اسلام
اور مسلمانوں کے عروج کی علامت بھی تھی۔ بابری مسجد کی شہادت کے منگاموں میں
ہندوستان بھر میں ہزاروں مسجدیں اور بھی شہید کی گئی جس کا تو کوئی ذکر نہیں کرتا
مزید کسی اہم تاریخی مساجد بھی ہندوؤں نے گرانے دہشید کرنے کی لٹ میں شامل
کی ہیں۔ جن میں دہلی کی تاریخی جامع مسجد بھی ہے۔ خلاصہ بحث۔

سکھوں نے اپنی مذہبی شعائر یونیفارم۔ بال نہ کٹوانا۔ پگڑی باندھنا، جرات مٹی
اور استقامت سے اپنا لئے رکھا، ان کا قومی وجود آج بھی محفوظ ہے۔ اور آئندہ

یعنی محفوظ دیکھائی دیتا ہے۔ سکھوں کی مذہبی یونیفارم کی عزت اور اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ہندوستانی دنیا تک ان کے مذہبی مقدس مقامات کو ترجیحی نگاہ سے دیکھنے کا سوچ بھی نہیں سکے گا، حالانکہ سکھ ہندوستان میں تعداد کے لحاظ سے اکثر اقلیت ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے مذہبی شعار، یونیفارم یعنی مسنونہ دھرمی اور موچھیں رکھنے میں نناندرپن کا مظاہرہ کیا۔ ہندوستان میں ان کی قومیت کی بقا اور مساجد کی مروجہ منیت ہے جس میں کم انکم جمعہ اور عید کے اجتماعات میں ہر مسلمان شرکت کرتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر مساجد کا یہی حشر ہا تو مسلمان کے تشخص اور بقا کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا ہے۔

حالانکہ ہندوستان میں عظیم ترین تعداد کسی اقلیت کا اگر ہے تو وہ مسلمانوں کا ہے۔ آج کل ان کی تعداد ۱۳ کروڑ تک جا پہنچا ہے۔

خلاصہ کلام :-

کسی قوم کی بقا اور تشخص کا راز اس قوم کی امتیازی شخصیات اور علامتوں میں ہی مضمر ہے۔ جس قوم نے اپنی قومی شناخت کھودی اس نے اپنی قومیت کھودی۔

فطرت کے اصول شریعت اور دھرمی

اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ انسانوں کی رہنمائی فلاح و بہبود کے لیے انسانوں میں سے پیغمبر اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام جن لئے اور ان پر اپنی طرف سے وحی جلی اور وحی خفی بھیجا تاکہ لوگوں کو ان کی رہبان میں وہ اعمال و عقائد سنائے جن کے کرنے پر یا نہ کرنے سے ان کا رب خوش اور راضی ہوتا ہے۔ یا ناخوش اور ناراض ہو جاتا۔ نیز پیغمبر کی فطرتی ہوتی کہ اپنی زندگی اپنی صورت اور سیرت میں لوگوں کو وہ تمام اعمال دیکھائے جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور امت کو انبیاء علیہم السلام کی دست سے یہ تعلیم اس لیے دلائی جاتی ہے تاکہ امت انبیاء کی تعلیمات کی نقل کرے ان کی اطاعت اور پیروی کرے۔

اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے (پارہ ۵)

(النساء آیت ۶۴)

قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا
أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط

(پہ النساء آیت ۲۴)

حضور علیہ السلام کسی بھی معاملے کے بارے میں جو فیصلہ صادر فرمادیں اس کی اگلی امت پر لازم ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان اور فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کی پیروی لازم نہ ہوتی تو آپ کی بعثت کا کیا حاصل؟

قوله تعالى مَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے
لو اور جس سے منع کرے اس سے
باز رہو۔

(پک، الحشر، آیت ۲۱) (پک، الحشر، آیت ۲۲)

رسول خدا کی حیثیت سے پیغمبر کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے ہوتی ہے جس میں پیغمبر کی انسانی اور فانی پسند اور ناپسند کی کوئی دخل نہیں ہوتی ہے۔

قوله تعالى وَمَا يَنْطِقُ عَنْ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ عَلَيْهِ شَهِيدٌ أَنَّهُ لَا يُفِيئُ الْقَوَىٰ ۚ (پک، الحجۃ، آیت ۲)۔ اسے سکھایا ہے۔ (النجم)۔

ایک شاعر نے اس آیت کا مفہوم بڑے پلیدے انداز میں بیان کیا ہے۔
سے مصطلح ہرگز نکفتی تا نکفتی جبرائیل

جبرائیل ہم نکفتی تا نکفتی کر دگل

چونکہ فرمان رسول خدا ہے۔ لہذا اس کی تعمیل کرنے کے سوا کسی کلمہ گو کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا ہے۔

قوله تعالى وَمَا كَانَتْ لِمَنْ يُؤْمِنُ مِنْ دِيَارِهِمْ أَنْ يَكُونَ مِنَ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّهَّرِينَ ۚ (پک، الاحزاب، آیت ۲۳) جب اللہ اور اس کا رسول کوئی کام متعین قَضَى اللہُ وَرَسُولُهُ اور مقرر کرے اس کے بعد ان کو اپنے اَمْرًا اَنْ يَكُونُوا لَهُمْ کام کا اختیار کرنے یا نہ کرنے کا باقی ہے۔
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهُمْ یعنی کسی کو یہ اختیار نہیں رہتا ہے۔

(پک، الاحزاب، آیت ۲۳) (پک، الاحزاب)

رسول خدا کی پیروی سے سر تابی کرنے والے کو بہت بھیاں تک نہائیے۔
دوچار ہونے سے ہر وقت ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ درحقیقت اللہ کی نافرمانی ہے۔
قوله تعالى فَلْيَحْذَرِ سَوْجُودُ اللہ اور اس کے رسول کے

الَّذِينَ يَخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِمْ حُكْمَ كِي مَخَالَفَتِ كَرْتِ هِي۔ اِهْنِي اِسْء
 اَنْ تَصِيْبَهُمْ فِتْنَةً اَوْ ذُرْنَا چا هِي كِه اِنْ پَر كُو تِي سَخْتِ اَفْتِ
 يَصِيْبُهُمْ عَذَابُ الْيُسُوءِ اَتِي يَانِ پَر كُو تِي دَر دَنَا كِ عَذَابِ نَازِلِ هِي
 (پٲ، النور آيت ۶۳) (پٲ، النور آيت ۶۳)۔

مذكوره آياتِ كريمه اور ان سے اخذ شدہ حسب ذيل نتائجِ داطحي
 كے مسئلے كو سمجھنے كے ليے بطور ايك بنياد اور مقدمہ كے درج كِي گئیں۔ اخذ
 شدہ نتائج يہ ہيں۔

بمزا۔ پہلي آيت نے واضح كَر ديا كِه اللہ تعالٰے نے پيغمبروں كو بھيجا ہي اِس ليے
 ہيے۔ كہ لوگ ان كے ہر قول و فعل كِي اطاعت اور پيروي كريں ايجز خصوصيات
 انبياء كے)۔

بمزا: دصري سے ثابت ہوا كِه پيغمبر خدا كو كچھ حُكْم مے۔ اِس پَر عمل كَر داور
 اِس پَر قناعت كَر داور جس چيز سے منع كَرے اِس سے مُرك جاور۔

بمزا: تيسري آيت نے واضح كَر ديا كِه پيغمبر جو بات كَرتا ہي وہ اپني خواہش سے
 ہيں كَر تہے بلكہ وہ اللہ تعالٰے كِي مَحِي ہوتِي ہيے۔

بمزا: چوتھي نے واضح كَر ديا كِه پيغمبر كسي بھي چيز كے متعلق جب واضح حُكْم دے۔
 اِس كے بعد اِس امر ميں مَخَالَفَت كِي اختيار كسي ايماندار مرد اور عورت كے ليے
 باقِي نہيں رہتا۔

بمزا: پانچويں آيت ميں مَخَالَفَت كرنے والوں پَر دنياوي مصيبتیں يا اخروي عذاب
 نازل ہونے كِي واضح دھمكِي دِي گئی ہيں۔

داطحي كے بارے ميں حضور عليہ السلام كاف مان۔

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ حَضْرَتِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ اصْحَابِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمْ حَضْرَتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رِوَايَتِ كَرْتِ
 قَالَ: خَالَفُوا الْمُشْرِكِينَ وَ هِيں كِه آپ نے فرمايا دو مشركين كِي مَخَالَفَتِ
 وَفَرُّوا إِلَى اللَّهِ وَاحْفَظُوا الشُّرَاكِيَّ كَر داور داطحيوں كو طيحاؤ اور مَرَجِي كَر داور
 وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: نِيْرَ اُسْطِي سے روتا ہيے كِه حضور نے فرمايا كِه پيغمبر

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور داطحياں طيحاؤ، (دونوں حديثوں
 اَنْهَكُوا الشُّرَاكِيَّ وَاعْقُوا بخاري شريف نے روايت كِي ہيے،
 الْحَيَّ، (رواهما البخاري، بحوالہ فتح الباري ص ۲۸ ج ۱۰ اور

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ: خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَقِدُوا
الْحَلِيَّ وَاحْفَظُوا الشَّوَابَ“ وَذَا
ذِي رَوَايَةِ الْبُخَارِيُّ
كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذْ أَحْبَبَ أَوْ
اعْتَمَرَ قَبْضَ عَلَى الْحَيَّةِ
فَمَا فَضَلَ أَخْذَهُ“

(نجاوی، مسلم، احمد، بحوالہ) (بخاری، مسلم، احمد، بحوالہ الباس والزیئ فی الشرعیۃ الاسلامیۃ
الاسلامیۃ تالیف الدكتور تالیف الدكتور محمد عبد الغزیز عمر و

44

عبد العزيز عمرو (ص ٢٢) - (ص ٢٢) -

اَلْحَارِثُ بْنُ عَارِثٍ بن ابی اسامہ نے یحییٰ بن کثیر
 ابی اُسَامَہ عَنْ یَحْیٰی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ عجم
 میں کثیر قال: اَتٰی رَجُلٌ قوم (ایران) کا ایک شخص حضور علیہ السلام
 مِنَ الْعَبَمِ وَقَدْ وَفَرَ کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے مجھیں
 شَارِبُهُ وَجَدَ لِحَيْتِهِ، بڑھائی ہوئی تھیں اور داڑھی کتر وادی
 فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ تَمَحُّی حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کس چیز نے تجھے ایسا کر کے پرانا کیا؟
 وَمَا حَمَلَكَ عَلَىٰ هَذَا فَقَالَ، اس نے کہا کہ میرے رب (بادشاہ)
 اَنْ رَّبِّي اَمَرَ فِیْ هَذَا فَقَالَ رَسُولُ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ الشَّ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم
 اَمَرَ فِیْ اَنْ اُوْفِرَ لِحَيْتِی دیا ہے کہ میں داڑھی کو بڑھاؤں اور
 وَاُحْفِی شَارِبِی، مجھیں کتر وادی

(اللباس والزينة في الشريعة الإسلامية)

تشریح

بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر متعدد مستند کتب احادیث میں
کئی صحیح احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم اور آمد و مراجعت کے ساتھ دیا گیا
ہے۔ ”أَوْفِرُوا اللِّحْيَ، دَوْفِرُوا اللِّحْيَ، دَوْفِرُوا اللِّحْيَ، دَوْفِرُوا اللِّحْيَ“ اور
”وَأَمَحُوا اللِّحْيَ، يَأْمَلُ أَنْ اللَّهَ أَمَرَ أَنْ أَوْفِرَ لِحْيَتِي“۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں داڑھی بڑھائے رکھوں۔

مذکورہ احادیث میں وارد شدہ ”أَمَرَ“ کے صیغوں

کی مزید وضاحت

پچھلی احادیث میں حضور علیہ السلام نے داڑھی بڑھانے کا جو ”أَمَرَ“
دیا ہے۔ ان میں ایک لفظ ”وَأَعْفُوا اللِّحْيَ“ آیا ہے، ”عَفُو“ سے بنا ہے
عَفَا، يَعْفُو، عَفْوًا اس کے بارے میں دو امام لغت القرآن علامہ رجب
اصفہانی، اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المفردات“ میں یوں لکھا ہے۔
”عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ بَرَحَ لَهَا سِدْرٌ أَوْ دَرَجَتٌ لَيْسَ اسَ لَهَا“

”عَفَا النَّبْتُ وَالشَّجَرُ بَرَحَ لَهَا سِدْرٌ أَوْ دَرَجَتٌ لَيْسَ اسَ لَهَا“
”عَفَا“ کا ہے۔

”وَأَعْفَيْتُ كَذَا أَيْ تَرَكْتُهُ“ اور میں نے فلاں چیز بڑھنے دیا یعنی میں
”أَعْفُو“ ”وَيَكْتُمُ“ ”وَمِنْهُ قِيلَ“ نے اسے چھوڑا کہ بہت کثرت حاصل
”أَعْفُوا اللِّحْيَ وَالْعَفَاءُ مَا“ کرے اور اسی بنا پر فرمایا گیا کہ داڑھی
”كَتَمْتُ مِنَ الْعَبِيدِ وَالرِّثَاسِ“ کو بڑھا دو، اور ”دفعاً“ ”دفعہ“ کی اور
”دفعاً“ اور ”دفعہ“ کے پر بکثرت ہونے کو کہا جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ از روی لغت عربی ”دفعاً“، زیادہ بکثرت، بڑھنا اور
چھوڑنے کو کہا جاتا ہے لہذا ”وَأَعْفُوا اللِّحْيَ“ کا معنی ہوا کہ داڑھی کو بڑھا دو
زیادہ کر دو چھوڑ دو، کثیر اور گھنا کر دو۔

دوسرا لفظ ہے ”وَأَمَحُوا اللِّحْيَ“ ہے یہ ”وَأَمَحُوا“ سے ہے جبکہ
معنی ہے جھک جانا یا لٹک جانا کہا جاتا ہے ”وَأَمَحْتُ السَّيْرَ“ میں نے
پر دے کو لٹکا دیا۔ ”وَقَدْ أَمَحْتُ خَلِيَّتَهُ رَحْوًا“ اور تحقیق میں نے

اسے لٹکایا یا جھکا دیا۔ یعنی میں نے اسے لٹکا ہوا یا جھکا ہوا چھوڑ دیا (المفردات ص ۱۹)۔ اور لغات الحدیث ص ۵۸ ج ۲، کتاب "ور" تالیف علامہ وحید الزمان علامہ تیر لفظ ہے "ذو فوف" والحق، "یہ دو فوف" سے ماخوذ ہے علامہ راغب لکھتے ہیں:-

وَوَفَّرْتُ الْمَالَ التَّامَ يُقَالُ	وَوَفَّرْتُ الْمَالَ التَّامَ يُقَالُ
وَوَفَّرْتُ كَذَا أَمْتَهُ وَكَكْتُهُ	وَوَفَّرْتُ كَذَا أَمْتَهُ وَكَكْتُهُ
وَوَفَّرْتُ عِرْضَهُ إِذَا لَمْ	وَوَفَّرْتُ عِرْضَهُ إِذَا لَمْ
تُنْقِصْهُ، وَارِضٌ فِي ذَنْبِهَا	میں نے اس کی آبرو کی توفیر کی یعنی نقصان
وَفَرَّةٌ إِذَا كَانَ تَامًا	بہنیں پہنچائی۔ زمین کا سبزہ دامن سے۔
(المفردات ص ۵۴۹)	یعنی کامل مکمل ہے (المفردات ص ۵۴۹)

علامہ وحید الزمان اپنی تالیف دو لغات الحدیث، میں لکھتا ہے کہ "ووفو"، کا معنی ہے بہت ہونا، پورا ہونا، تمام ہونا، بہت کرنا، پورا کرنا، تمام کرنا اور بڑھانا۔ ص ۸۲ ج ۶۔

لغت کے اعتبار سے داڑھی بڑھانے کا معنی خلاصہ یہ کہ داڑھی بڑھانے کے متعلق حضور علیہ السلام نے اپنے فرمان میں جتنے الفاظ فرمادیئے ہیں، لغت عربی کے لحاظ سے ان سب کا معنی ہے بہت زیادہ بڑھانا، دامن اور گھٹنا رکھنا، بھرت کرنا، لٹکانا اور کامل و تمام کرنا، نقصان نہ پہنچانا۔

شریعت کے اصطلاح میں داڑھی بڑھانے کا مطلب

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ الْحَيَةِ مِنْ طُولِهَا وَمِنْ ضَمِّهَا	حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ
	اپنی داڑھی کے طول و عرض سے
	مٹھی سے نہ بڑھانے کو کاٹتے تھے۔

(جامع ترمذی، مجالہ فتح القدیر) (جامع ترمذی، مجالہ فتح القدیر ص ۲۵ ج ۲)۔

وَقَدْ صَحَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَنَّ ابْنُ	حضرت ابن عمر اور حضرت ابی ہریرہ
	رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ دونوں

هُدًى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَطْمَحِي سَ زَانِدًا لَوْنِ كَوَا طُتِي تَحِي .
 يَلْخُذُ أَنْ مَازَادَ عَلِي (روایت کیا ہے اسے بخاری، ابوداؤد
 الْقَبْضَةُ وَالْكَفِّ (رواہ نسائی اور کتاب الآثار لمحمد بن الحسن بنحوالہ
 البخاری، ابوداؤد نسائی، کتب فتح القدير ص ۲ ج ۲)
 الآثار، لمحمد، بنحوالہ فتح القدير،
 ص ۲ ج ۲)

وضاحت :- ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام خود بھی اور
 آپ کے صحابہ کرام بھی ایک قبضہ یعنی مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹتے تھے ۔
 احادیث مذکورہ کے لغوی اور شرعی مفہوم میں تطبیق
 علامہ ابن الھمام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے فعل اور ابن عمر و ابی
 ہریرہ رضی اللہ عنہما کے عمل سے واضح ہوا کہ احادیث میں داڑھی بڑھانے کا
 جو حکم ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مٹھی یعنی چار انگشت تک بڑھانا،
 لازم ہے اس سے کم کرنا ممنوع ہے اور زائد کا ٹنا جائز ہے ۔

پچھلی تفصیلات اور بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی اور

نسائی شریف کے صحیح حدیثوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ
 حضور علیہ السلام نے داڑھی کو ایک ٹشت تک بڑھانے کا امر کیا
 ہے اور صریح حکم دیا ہے ۔

شریعت میں ”امر“ کا اولین حکم وجوب ہے
 علامہ شمس الائمہ السرخسی جو کہ فقہاء احناف کے سات طبقات میں
 سے تیسرے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے اور ”المجتہد فی المسائل“ ہے اپنی

نایاب کتاب ”اصول السرخسی“ میں لکھتے ہیں ۔

”فَإِنَّ مَحَبَّتَ الْأَمْرِ بِسُحْتِيقِ يَهْتَمُّ بِهٖ كَرَامَةُ حَقِيقِ حَكْمِ
 حَقِيقَةِ الْإِجْبَابِ وَقَطْعُ اور ثمرہ وجوب ہے اور یہ کہ مامور شخص
 التَّخْيِيرِ لِحَالِ ذَالِكَ مِنْ كَا اخیار اور مرضی ختم ہوتا ہے، کیونکہ
 ضَرْوَةُ الْإِجْبَابِ وجوب کے ساتھ یہ بات لازم ہے کہ
 (الی ان قال) مامور کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ چاہے تو تعمیل
 حکم نہ کرے ۔

وَالْعَلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ الْعَرَبَ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ عرب اس

تُسَمَّى تَارِكًا الْأَمْرِ عَاصِيًا شَخْصًا كَوْنًا فَرَّانًا أَوْ عَاصِيًا كَبْتَةً هِيَ جَوَابُ
وَيْبِهِ وَكَذَا الْكِتَابُ قَالَ أَمْرٌ كَ الْأَمْرِ كَالْعَمَلِ كَرْتَا هُوَ - اَوْ قَرَأَن
اللَّهُ تَعَالَى (أَفْعَلَيْتَ أَمْرِي) بِمَعْنَى هِيَ كَبْتَةٌ - اللَّهُ تَعَالَى فَرَّانًا هُوَ -
صَحَابِ (۱) - (کیا تو نے میرے امر کی نافرمانی کی) ،

(اصول شرعی ص ۱۵۱)

وَأَمْرٌ كَالْحُكْمِ مِنْ جِهَةِ مَوَاضِعِهِ كَالْحُكْمِ كَالْحُكْمِ هُوَ مَذْهَبٌ هُوَ
فَالْمَذْهَبُ عِنْدَ جَهْمٍ هُوَ جَهْمٌ فَتَهَارُ كَالْمَذْهَبِ هُوَ هُوَ كَالْمَذْهَبِ
الْفُقَهَاءُ أَنَّ مَوْجِبَ جَبِّ طَلَقٍ هُوَ تَوَاسُّطُ كَالْحُكْمِ لَزُومٌ هُوَ تَأْثِيقٌ
مُطْلَقٌ إِلَّا لَزَامٌ إِلَّا كَرَجُوبُ كَالْخِلَافِ شَرْعِيٍّ دَلِيلٌ مَوْجُودٌ
يَكْدِلُ الْخِلَافَ (أَحْوَالُ مَذْهَبٍ) هُوَ - (أَحْوَالُ مَذْهَبٍ) -

علامۃ الدکتور محمد عبدالعزیز عمر واپنی تالیف "اللباس والزینۃ
فی الشریعۃ الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں کہ مٹھی بھر دارالطہریؒ
واجب ہے اس لیے کہ یہاں "وَأَمْرٌ" کے وجوب کے خلاف شریعت اسلامی
میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

"وَالْأَمْرُ فِي الْأَمْرِ" اور اصل یہ ہے کہ "أَمْرٌ" وجوب کیلئے
الْوَجُوبُ وَلَا يَصِفُ هُوَ ہوتا ہے تاوقتیکہ وجوب کے خلاف
عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ وَلَا دَلِيلٍ ہ کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو اور دارالطہریؒ کے
مسند میں وجوب کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے۔
(ص ۱۳۳) -

(ص ۱۳۳)

علامۃ شرعی مزید لکھتے ہیں:-

فَإِنَّ وَجُوبَ الْعَمَلِ بِشَرْعٍ شَرِيعَةٍ كَالْأَمْرِ هُوَ تَأْثِيقٌ
خَبَرٌ ثَبَتَ عَنْ صَاحِبِ شَارِعٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَعِ جَوَابَاتُ ثَابِتٍ هُوَ
الشَّرْعُ هُوَ الْأَمْرُ حَتَّى جَانِئِ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے
يَمْنَعُ مِنْهُ مَانِعٌ تاوقتیکہ وجوب سے کوئی شرعی مانع موجود

(اصول شرعی ص ۱۵۱) - نہ ہو - (اصول شرعی ص ۱۵۱)

شریعت کے "أَمْرٌ" کی مخالفت حرام ہے۔

علامۃ و حجۃ الاسلام الجصاص الحنفیؒ فرماتے ہیں:-

وَأَمْرٌ بِالشَّيْءِ يُجِبُّ كَسِيٍّ حَيْزُ كَسِيٍّ أَمْرٌ سَعِ لَزَامٌ ہوتا ہے کہ

النَّهْيُ عَنْ صَدِّهِ الْحَزْ اِس کی خلاف کرنے سے گویا کہ شریعت نے
(الی ان قال) اَلَا اَنَا نَقُولُ "لفظی" کر دی ہے کہ (علامہ خسی کہتے ہیں ہمارے
نزدیک مختاریہ ہے کہ "امر"
ثُبُوتُ الْحُرْمَةِ بِطَرِيقِ کی مخالفت حرام ہے مگر یہ حرمت
الِاِقْتِصَاءِ هُنَالِكَ بطریق اقتضاء ہے کیونکہ کسی چیز
طَلَبُ الْوُجُودِ بِالْأَمْرِ کے کرنے کا جب اَمْر ہو تو یہ چاہتا ہے
يَقْتَضِي حُرْمَةَ الصَّدِّ کہ نہ کرنا حرام ہے ۱۱ اصول خسی ۹۴ تا
الح (۱۱ اصول السرخسی ص ۹۳-۹۵ ج ۱)

تا ۹۵-۱ ج ۱۔

علامہ الکتور محمد عبد العزیز عمرو، اسی بات کی مزید وضاحت کرتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالْأَمْرُ يَتَضَمَّنُ النَّهْيَ اور وارطھی بڑھانے کے ضمن میں
عَنْ خَلْقِهَا وَقَصِّهَا وَ
الْأَصْلُ فِي النَّهْيِ الْحَرِيمِ وارطھی منڈانے اور کتروانے سے
بھی ثابت ہے دراصل یہ ہے کہ
"نہی" ہمیشہ حرمت کے لیے
ہوتی ہے تا وقتیکہ حرمت کے خلاف

بِدَلِيلٍ وَلَا دَلِيلٍ، شرعی دلیل موجود نہ ہو، جو کہ یہاں موجود
(اللباس والغینہ الح) نہیں ہے (اللباس والزینہ فی الشرع)
ص ۱۳۳)۔
الاسلامیہ ص ۴۱۳)۔

خلاصہ کلام:-

گزشتہ درج شدہ احادیث، ائمہ لغت اور ائمہ فقہ و اصول
فقہ کی تصریحات سے بلا شک و شبہ یہ بات ثابت ہوئی کہ بقدر کثرت
(مٹھی بھر) وارطھی رکھنا واجب ہے۔

مٹھی بھر وارطھی رکھنا عملاً فرض عین ہے۔

امام شافعی کے نزدیک فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ دونوں
کا ایک نام ہے، یعنی دو فرض، البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ دونوں
ایک چیز نہیں ہے بلکہ فرض وہ ہے جس کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور اسلام
سے خارج ہوتا ہے اور جس حکم کا تعمیل کرنا اور بجالانا تو فرض ہو مگر اس کا
منکر اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے اس کو امام ابو حنیفہ واجب کا نام
دیتے ہیں۔ اگرچہ از روئے عمل اور ثواب و عقاب، فرض اور واجب میں فرق

ہیں بلکہ دونوں فرض ہے مگر از روئے عقیدہ دونوں میں فرق یقین ہے۔ ایک
کا منکر کافر ہوتا ہے۔ دوسرے کا منکر کافر ہوتا ہے دوسرے کا منکر باوجود
انکار عموماً رہتا ہے تا وقتیکہ واجب کے ساتھ استہزاء اور توہین کا ارتکاب
نہ کرے۔ اسی فرق کے پیش نظر فقہاء کی اصطلاح میں ”فرض“ کو فرض
اعتقادی، کا نام دیا جاتا ہے اور ”واجب“ کو ”فرض علی“ کا نام دیا جاتا
ہے۔ علامہ خرمی لکھتے ہیں۔

”وَالْفَرْضُ وَالْعَرَجُ مَحْسُومٌ، فرض اور واجب دونوں از روئے عمل
واحد منہما لازم فہما لازم ہیں۔ البتہ جہن کا ثبوت ایسی
کَانَ ثَابِتًا بِدَلِيلٍ مُّوجِبٍ قَطْعِيٍّ دَلِيلٌ سے ہو جس کے نتیجہ میں
لِلْعَمَلِ وَالْعِلْمِ قَطْعًا اس پر قطعی عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا لازمی
یُسَمَّى فَرْضًا وَمَا كَانَ ثَابِتًا ہو جاتا ہے، اسے فرض کہا جاتا ہے
بِدَلِيلٍ مُّوجِبٍ لِلْعَمَلِ غَيْرِ اور جو کچھ ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس
مُوجِبٍ لِلْعِلْمِ يَقِينًا کی نتیجہ میں اس پر عمل کرنا تو لازم ہو جاتا ہو
باعتبار شہادت فی طریقہ مگر اس پر قطعی عقیدہ لازم نہیں ہوتا اس لیے کہ
جس دلیل میں شہادہ کی گنجائش ہو اس کو واجب

یُسَمَّى وَاجِبًا الْحَرَامُ (اصول خرمی) کہا جاتا ہے (اصول خرمی)۔

(ص ۱۱ ج ۱) (ص ۱۱ ج ۱)

علامہ تفتازانی صاحب تکوین اس میں مزید توسیع کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:-

”وَفِي التَّلْمِيحِ أَنَّ اسْتِعْمَالَ اور تکوین میں ہے کہ ظنی الثبوت
الْفَرْضِ فِيمَا ثَبَتَ بِظَنِّي احکامات کو فرض کہنا، اور قطعی الثبوت
وَالْوَجِبِ فِيمَا ثَبَتَ بِقَطْعِيٍّ احکامات کو واجب کہنا، عام اور
شائع ”مُسْتَفِيضٌ فَلَفْظٌ“ مشہور ہے پس جو حکم اعتقاد اور
الواجب يقع على ما هو عملاً فرض ہو جیسے نماز فجر اس کو واجب
فَرْضٌ عَلَيَّاهُ وَعَمَلًا كَصَلَاةٍ کہنا درست ہے، نیز وہ ظنی الثبوت
الْفَجْرِ وَعَلَى ظَنِّي هُوَ فِي جَوَمل کے اعتبار سے فرض کی قوت میں
قُوَّةُ الْفَرْضِ فِي الْعَمَلِ کا ہو جیسے نماز وتر، کہ اگر صاحب ترتیب
الْمُتَحَرِّجِ حَتَّى يَمْنَعَ تَذَكُّرُهُ کو وتر کی قضا یاد ہو تو اس کی نماز فجر
صَحَّةُ الْفَجْرِ لَتَذَكُّرِ الْعِشَاءِ کی ادائیگی نہیں جیسے نماز عشاء

وَعَلَىٰ أَظْنَىٰ هُوْدُوْنَ الْفَرْصِ كِ قَضَاءِ يَادِهْمُوْتِهْ هُوْتِهْ نَمَازِ فَجْرِ صَحِيحِ
فِي الْعَمَلِ وَفَعَقَ السُّنَّةِ هُنَّ يَادِهْ ظَنِي الثُّبُوْتِ حُوْكَمُ كَمَلِ مِي
كَتْعِيْنِ الْفَاتِحَةِ حَتَّى لَا فَرْصِ سَے كَمَرِ اَوْ رُسْتِ سَے بَرَرِ هُو
تَفْسِيْدُ الصَّلَاةِ بِتَرْكِهَا جِيَسَے نَمَازِ مِي فَا تَرْكُهَا كَ مَجْبُوْلِ جَانِے
لَكِنْ تَحِبُّ سُبْحَةَ السَّهْمِ سَے نَمَازِ تُو فَا سَدِ نَهِيْنِ هُوْتِي مَكْرُ سَبِيْهَ
(شامی ص ۱ ج ۱) - سہول لازم ہوتا ہے۔ ان سب احکامات

کو واجب کہنا بھی درست ہے۔

(شامی ص ۱ ج ۲)

غلامہ کلام یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرض کے مقابلہ میں واجب کا جو الگ
ایک درجہ قائم کیا ہے وہ اسی باریک فرق کی بنیاد پر ہے کہ واجب کا مآخذ
اور سند میں چونکہ شبہ کی گنجائش ہے لہذا عقیدہ میں تو واجب کا درجہ فرض
سے کم ہونا چاہیے مگر عمل کے اعتبار سے واجب کام کا کرنا ویسا ہی فرضی اور
اہم ہے جیسا کہ فرض کا ادا کرنا اور اسی مساوات کی بنا پر فرض کو واجب کہا جاتا
ہے اور واجب کو فرض کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ اس باریک فرق کو نہیں

دیکھتے ہیں بلکہ آپ کی نظر ثواب اور عذاب پہ ہے جس میں فرض اور واجب برابر
ہیں لہذا امام شافعیؒ کے مذہب میں فرض اور واجب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ
آپ واجب کو بھی فرض کا نام دیتے ہیں۔
علامہ خسیؒ لکھتے ہیں!

”وَالشَّافِعِيُّ يَتَكَبَّرُ هَذَا الْقِسْمَ إِمَامُ شَافِعِيٍّ إِنْ قَسَمَ، يَعْنِي وَاجِبٌ كَوَيْبِ
وَيَلْحِقُهُ بِالْفَرْضِ“ الخ ماننے ہیں بلکہ وہ اس کو فرض میں داخل
(اصول خسی ص ۱ ج ۱) کرتے ہیں۔ یعنی واجب کو فرض سمجھتے ہیں۔

(اصول خسی ص ۱ ج ۲)

داڑھی منڈانے اور ترشوانے کا حکم مذہب اربعہ میں

امام ابن المصام الحنفیؒ لکھتے ہیں

”وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا دَاڑْهِي كَتْرَ وَا نَا اِلَيْسِي حَالَتِ مِي كَرُوْتِيْفِي
وَهِيَ مُؤَنَ خَلِكْ كَمَا لِيْعَلُّهُ سَے كَمِ هُو جِيَسَے كَرُ لَعْنِ اَهْلِ مَغْرِبِ (يُومِيْنِ)
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخْتَلَفَةٌ كَرْتِے هِيْنِ اُوْر اِلَيْسَے مَرْدِ جُو عُوْرَتِ پَنے
الرِّجَالِ فَلَمْ يَجِبْهُ أَحَدٌ“ کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس کے جواز کا

(فتح القدیر ص ۲ ج ۲) قول کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔

(فتح القدیر ص ۲ ج ۲)

آپ نے دیکھا کہ مذہب احناف کا عظیم محقق امام، دارطہی کتروا کر قبضہ سے کم کرنے کو نہ صرف حرام ٹھہراتا ہے بلکہ اس حرمت اور عدم اجابت پر مسلمان ائمہ اور فقہاء کے اجماع کا اعلان بھی کرتا ہے، اب آپ خود فیضیہ تحریر کہ دارطہی منڈانے کا کیا حکم ہو سکتا ہے۔

اور ایسا ہی۔ شامی ج ۲ ص ۱۸۲ اور بحر الرائق میں صاحب و مختار

لکھتے ہیں :-

”يَحْرُمُ عَلَى التَّجْلِ قَطْعُ الْحَيَةِ“ مرد کے لیے دارطہی کا حرام ہے۔
(مختار کتاب المحظور والاباحۃ، فصل (در مختار کتاب المحظور والاباحۃ، فصل

البيع ص ۲۱۱ ج ۵)

البيع ص ۲۱۱ ج ۵)

الوصیفہ وقت علامہ خلیل احمد صاحب مہارنپوری اپنی مایہ ناز

تالیف بذل المجہود شرح البدایہ ص ۳۳ ج ۱، باب السواک میں لکھتے ہیں :-

”وَقَصُّ الْحَيَةِ مِنْ سُنَنِ“ دارطہی کا کتروانا ہم اقوام کا طریقہ ہے اور

الاعلاج وهو الكيف. آج کل مشرکین، انگریز اور ہندو اقوام
شعار کثیر من المشرکین کی پہچان ہے اور ان لوگوں کا جن کا
والد فرج والہنوع دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور یہ
وَمَنْ لَّا خَلَقَ لَهُ فِي الْإِنِّ لَوْ أَنَّ كَافِرًا اقَامَ كِيسِرِي كَرْتِي هِي
مَنْ يَتَّبِعُونَهُمْ وَيُحِبُّونَ أَنْ اور ان کی محبت میں ان جیسی شکل و صورت
يَلْتَنِي بَذِيَّتُهُمْ“ الخ بناتے ہیں۔

چند سطر کے بعد صاحب بذل المجہود کتاب الآثار تالیف امام محمد کے

حوالہ سے امام محمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”ثُمَّ قَالَ وَكَذَا يَحْرُمُ عَلَى اور امام محمد فرماتے ہیں کہ دارطہی منڈانے
التَّجْلِ قَطْعُ الْحَيَةِ فَعَلِيهِ ہی کی طرح مرد کو دارطہی کا کتروانا بھی حرام
مِنْ ذَلِكَ أَنَّ مَا يَفْعَلُهُ ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض وہ سنی
بَعْضٌ مَنْ لَّا خَلَقَ لَهُ فِي (برصغیر کے) مسلمان جنہیں دین کی کوئی
الَّذِينَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْهِنْدِ پرواہ نہیں ان کا یہ فعل (دارطہی منڈانایا
وَالْأَثَرُ الْخَرَّاهُ، نَعَمْ کتروانا) حرام ہے، البتہ اگر عورت کے

اَلَا تَنْبَتُ الْحَيَّةُ لِلْمَرْءِ جِهْرًا بِرَدِّهِ نَكْلًا تَوَاسَّيَ
فَيَسْتَحِبُّ لَهَا مَلَقَهَا مِنْ اَنَا مُتَحَبِّبٌ
(بدل المجهود، ص ۱) (بدل المجهود ص ۳۳ ج ۱)

محدث کبیر اور فقہ زمانہ علی بن سلطان محمد القاری، عرف ملا علی قاری کھنئی
اپنی شہرہ آفاق کتاب "المقات شرح مشکوٰۃ ص ۱" باب السواک
میں لکھتے ہیں:

وَقَصُّ الْحَيَّةِ مِنْ صَنِيعِ الْاَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمُ شِعَارُ
كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْفَرَسِ اَوْرَانِ لَوْنُ كِي تَشَانِي هَيْ جَنِي دِي
وَالْهَنُودِ وَمِنْ اَفْلَاقٍ لَهُ سَ كُوْنِي سَرْدَا رَهْنِي جِي اَبَا ش
فِي الدِّيْنِ مِنَ الطَّائِفَةِ مُلْكٍ اَوْ قَلَنْدَرِ اَمْرَاتِ شَرْحِ مَشْكُوٰةِ
ص ۱ ج ۱

(مرقات ص ۱)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے وارطھی منڈانے کے متعلق

کسی سائل نے کئی سوالات دریافت کئے، موصوف نے جو جوابات دیئے
وہ ملاحظہ ہوں۔

جوابات :-

۱۔ ہاں اسلام میں وارطھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے جیسے کہ حدیث
میں صنیعہ امر سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ دلائل صحیحہ سے اپنے موقع
ثابت ہو چکا ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے اور واجب کا ترک
حرام ہے اور کسی شے کا حرام ہونا سخت مخالفت ہے؛

۲۔ اول تو یہ پوچھنا اس لیے بیکار ہے کہ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ سب
واجب ترک ہے اگر صغیرہ کی اجازت ہو ا کرتی تو اس سوال کا مضائقہ
نہ تھا پھر نظر صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ ہے کیونکہ کبیرہ کی علامات
اپنے مقام پر پڑے ہو چکی ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی عقیدہ متعلق ہو اور
اس میں عقیدہ کا آنحضرتؐ جواب و سوال منجم میں آتا ہے علاوہ اس کے
استخفاف و اصرار سے صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے اور اس میں تو آج
کل اس سے بڑھ کر استعمال بلکہ استحسان کا درجہ ہو گیا جس میں اندیشہ کفر

ہے۔

۲۔ جواب سوم کا خلاصہ "حلق لحیۃ تعیر خلق اللہ ہے اور تفسیر خلق اللہ کا حرام ہونا قرآن میں موجود ہے پس حلق لحیۃ کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہو گیا۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۶ صفحہ ۱۵)

داڑھی منڈانا امام شافعی کے مذہب میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الرَّفْعَةِ بَآتٍ عَلَامَا بِنِ رَفْعَتِهِمْ فِي أَنَّ إِمَامَ شَافِعِي الشَّافِعِي تَصَرَّفَ فِي الْأَمْرِ بِأَنَّهُ فِي كِتَابِ "الْأَمِّ" فِي إِنْ يَرْفَعُ لِحْيَتَهُمْ (بِحَالَةِ دَاڑھِی) کہ ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے کی قدر و قیمت مکتب تالیف (بحوالہ داڑھی کی قدر و قیمت ص ۳، مولانا محمد عاشق الہی میٹھی) تالیف محمد عاشق الہی میٹھی)۔

داڑھی منڈانے کا حکم امام احمد بن حنبل کے مذہب میں

فقہ حنبلی کی کتاب "شرح المنتہی" اور "شرح منظومۃ الادب" میں لکھا ہے۔

"الْمُعْتَمَدُ حُرْمَةُ حَلْقِهَا مُعْتَبَرٌ قَوْلُهُ هِيَ هِيَ کہ داڑھی منڈانا

وَمِنْهُمْ مَنْ بَصَّرَ حُرَامٌ هِيَ اور بعض علماء مثلاً ابو بلال الحارثی وکرم "النصاف" نے حرمت کی تفریح کی یحلف خلافاً کصاحب ہے اور اس میں کسی کا خلاف نقل "النصاف" (حوالہ مذکور) نہیں کیا (حوالہ مذکور)

داڑھی منڈانے کا حکم امام مالک کے مذہب میں

فقہ مالکی کی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" میں لکھا ہے "مَذْهَبُ السَّادَاتِ الْمَالِكِيَّةِ" حضرات مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ حُرْمَةُ حَلْقِ الْحَيَّةِ الْحَرَامُ (حوالہ مذکور) داڑھی منڈانا حرام ہے (حوالہ مذکور)

فقہار اخناف کے عظیم محدث اور فقیہ علامہ ابن الہمام نے اجماع کا جو دعویٰ کیا تھا کہ داڑھی منڈانے اور کتر دانے کو کسی ایک نے بھی جائز قرار نہیں دیا ہے۔ ائمۃ اربعہ کا داڑھی منڈانے کی حرمت پر اتفاق علامہ، فتح القدیر کے دعویٰ کا جتنا جاگتا ثبوت ہے۔

داڑھی منڈانے اور کتروانے کے لیے دوسرائیں

گزشتہ صفحات میں ناقابل انکار دلائل سے ثابت ہوا کہ مٹھی بھر داڑھی رکھنا مرد کے لیے واجب ہے اور اس مقدار سے کم کرنا یا منڈانا حرام ہے اور فقہاء اور اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ قصداً واجب کا ارتکاب کر نیلا اور حرام کا ارتکاب کرنا الاشرعیت اسلامی کی رو سے دنیا میں فاسق ہے اور قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہوگا۔

علامہ شریح اصول میں لکھتے ہیں :-

«وَالْوَجِبُ، كَيْسَحَّحَ فَعَلِهِ وَاجِبُ كَرْنِهِ بِرَأْسِ ثَوَابٍ كَالثَوَابِ وَكَيْسَحَّحَ بِتَرْكِهِ مُسَحَّحٌ هُوَ تَابٌ هُوَ اس کے ترک پر الْعِقَابُ»، (اصول شریح ص ۱۸) عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے (اصول شریح ص ۱۸)

«وَالْكَافِرُ رَأْسُ الْفَسَاقِ حَقِيقَتِ مِثْلُ كَافِرٍ قَسَاقِ كَارِخَةِ فِي الْحَقِيقَةِ إِلَّا أَنْتَ أَخَصَّ هُوَ تَابٌ مَكْرُوحٌ كَرْنِهِ اس کا نام کافر رکھا بِاسْمِهِ هُوَ عَظَمُ فِي النَّفْخِ گیا ہے جو کہ برائی کے اظہار میں فاسق

فَاسِقٌ هَالَهُ اسْتَقَى عِنْدَ الْإِلَهِ سے بڑھ کر ہے اس لیے فاسق کا نام طَلَاَقٌ يَتَنَاقَلُ الْمُؤْمِنِينَ الْعَالَمِيُّ جب بھی مطلق ذکر ہوتا ہے تو اس بِاعْتِبَارِ اَعْتَدَالِهِ (اصول شریح) سے مراد وہ مومن ہوتا ہے جو کہ باعتبار عمل عاصی اور گناہگار ہوتا ہے۔ (ص ۱۸ ج ۱)۔

(اصول شریح ص ۱۸ ج ۱)۔

توضیح :-

شرعیات میں لازم اعمال دو قسم کے ہیں، ایک قسم دل کے اعمال ہیں یعنی افعال قلب جس کو عقیدہ، یقین اور ایمان کہا جاتا ہے اس کو بجالانے والے کو مؤمن اور مطیع کہا جاتا ہے اور اس کے تارک کو کافر اور عاصی کہا جاتا ہے۔ ثانی قسم :-

دل کے سوا دوسرے اعضاء کے اعمال ہیں ان اعمال کی بجالانے والا، مطیع، متقی اور مستحق ثواب ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے دل کا عمل یعنی عقیدہ اور ایمان درست ہو اور ان اعمال کا تارک مؤمن ہونے کے ساتھ فاسق اور عاصی و گناہگار ہوتا ہے۔ چونکہ داڑھی منڈانے والا یا کتروانے والا

ایک ایسے عمل کو بلا عذر ترک کرتا ہے۔ جسے شریعت نے لازم قرار دیا ہے
لہذا ایسا شخص باتفاق ائمہ اور فقہاء فاسق ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی قبضہ بھر داڑھی تو اتر سے ثابت ہے۔
جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس داڑھی کا ثبوت ہے تو
اس کا ثبوت یقیناً تو اتر معنوی سے ثابت ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک
زندگی بھر ایک مشت سے کسی حالت میں کم نہیں ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پیش
آچکے ہیں کہ نیند، نسیان، ہوس، یا دشمنوں کے شدید یلغار کے سبب آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرض نماز کا وقت ہٹا، یا اس میں کمی بیشی آنے تک نوبت آجہنچی۔
مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں ایسی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے
داڑھی منڈائی ہو یا کتروائی نہ کسی غصہ کی بنا پر اور نہ ہی امت کی تعلیم کی خاطر
عقل سلیم رکھنے والے اس سے ایک پورا دفتر اور کتاب پڑھ سکتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے یہ تو چاہا کہ عین فرض نماز کے وقت میں آپ کے پیغمبر سے کچھ بعد دیگرے
کئی نمازیں فوت ہو کر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو، یا نمازوں
کی فرض رکعات میں ہوسا کمی بیشی ہو کر مقصدی یا دھلا دیں، یا تیند کے غلبہ

سے نماز فوت ہو تاکہ امت کے لیے تعلیم ہو کہ نماز فوت بھی ہو سکتی ہے۔
اور اس کی قصاص بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے
چہرہ اور کے داڑھی کے بالوں کی زندگی بھر ایسی حفاظت کی کہ نہ ہونہ خطا
اور نسیان کی سبب اور نہ کسی مجبوری کے باعث آپ کے ریش مبارک کو
کوئی گزند پہنچی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنی پیغمبر کی وساطت
سے اپنے بندوں کو کسی عذر کے پیش نظر داڑھی منڈانے یا کتر دلنے اور
پھر اس کی تلافی اور کفارہ دینے کی تعلیم دلائی جائے۔

منکرین نبوت نے حضور علیہ السلام کی کئی تعلیمات بلکہ آپ کی نبوت
میں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبضہ بھر
داڑھی کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے اور یہی ہے تو اتر معنوی۔

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
عملی اجماع

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک
قبضہ سے داڑھی کم نہ کرنے پر عملاً اجماع ہے کسی ایک صحابی سے ثابت

نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس نے قولاً یا عملاً، قصداً اس اجماع کی خلاف ورزی کی ہو، صحیح العقیدہ مسلمان تو کیا کسی بھی دشمن اسلام یا دشمن صحابہؓ نے آج تک یہ جرات نہیں کی ہے کہ اس نے کسی صحابی پر وارطھی منڈانے یا کتر دانے کا الزام عائد کیا ہو۔

اس اجماع اور مذکورہ تواتر سے یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زندگی بھر نہ تو عملاً ایک مشیت سے وارطھی کو کم کیا۔ اور نہ کسی نے ایسا کرنے کے حجاز کا قول کیا ہے حضور فرماتے ہیں:-
 "عَلَيْكُمْ لِسَانِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ حُضُورُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَا تَعْبَهُ هِيَ تَهَابُكَ"
 الدَّاشِيْدِيْنَ عَضُوْا عَلَيَّ اَوِ بِرَ لَازِمُ هِيَ كِه مِرْ طَرِيقِ
 بِالنَّوْاجِذِ (حوالہ اصل ختم) اور خلفاء راشدین کے طریقہ کی پیروی کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

توضیح:- پچھلی بحث بتھیں سے کم از کم اتنی بات روز روشن کی طرح

قطعاً طور پر ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تاحیات خود، جس قبضہ بھر وارطھیاں رکھی ہیں اور دوسروں کو بھی وارطھیاں رکھنے کا حکم دیتے رہے ہیں

نیز امت مسلمہ کے ائمہ عظام، اولیاء کرام صوفیائے عظام اور صالح مومنین کا فعلاً اور قولاً یہی معمول رہا ہے۔

لہذا وارطھی منڈانا یا کتر دانا، بلاشبہ ایک ایسا گستاخانہ عمل اور ہے کہ جس میں ربلا اور جان بوجھ کر حضور علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور جملہ اہل اللہ اور مومنین صاحبین کے طریقہ مستقیم سے منہ پھرنے کی جیتا جاگستا ثبوت ہے۔

رسول خدا کی مخالفت اور صحابہ کرام کی راہ سے منہ پھرنے کا نتیجہ اس گستاخانہ عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو ٹوک الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

قَوْلَهُ تَعَالَى وَمَنْ يُشَاقِقِ رَسُوْلَیَّ کِی مَخَالَفَتِ کَرِے
 الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ بِاَوْجُوْدِ اِسْ كِه اِسْ پَرِ رَاہِ ہدایت

لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ وَاصِحَ هُوَ چکی ہوا اور وہ مومنین کے
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ تَوْبَهُمَا راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے
تَوَلَّیٰ وَنُصِّلَیْہُمْ جَهَنَّمَ اِسی طرف دھکیل دیں گے جبکہ وہ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ
(النساء، ۵، آیت ۱۱) میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا
ہے (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۵)

تشریح:-

پیغمبر خدا اور آپ کے صحابہ کے ایسی سنت اور طریقہ کی قصد
مخالفت کرنا جس کا ثبوت توازن اور اجماع سے ہو چکا ہو اور یہ بھی واضح
ہو چکا ہو کہ اس فعل عمل کو نہ تو حضور علیہ السلام اور نہ ہی کسی صحابی نے
لم یعمہر کے لیے ترک کیا ہے۔ ایسے گستاخ کو اللہ تعالیٰ دوسرے سزا میں
مبتلا کر دیتا ہے۔

پہلی منسلح:- اللہ تعالیٰ ایسی مخالفانہ روش اپنانے والے کیلئے
یہی گناہ یعنی حضور علیہ السلام کی مخالفت کو ایسا محبوب اور پسندیدہ بنا

کہ وہ اس پر فخر کرتا ہے نہ تو ذرا بھر اس گناہ اور مخالفانہ روش پر
پشیمان اور شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے توبہ کرنے کا تصور کرتا ہے
دوسری منسلح:-

اس مخالفانہ اور معاندانہ روش کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اسے
جہنم میں جھنک دیتا ہے (اعاذنا اللہ منھا)

دوسری منسلح:- کی گناہ کا ایک تباہ کن پہلو
جتنے بھی عمل گناہ ہیں ان میں اگرچہ گناہ کرنے والا گناہ کرتے وقت اللہ
تعالیٰ اور رسول خدا کی نافرمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملعون اور مغمض علیہ
کے مقام پر جا پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ایمان کے فیض
اور تقاضوں کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً قاتل قتل کرتے
وقت، زانی زنا کرتے وقت، جھوٹ بولتے وقت غیبت صراحتی یا غیرہ
معاصی کرتے وقت، مگر پھر بھی جہل ہی اس گناہ کے عمل اور ارتکاب سے
فارغ ہو کر بازار میں گھومتا پھرتا ہے۔ مسجد میں جا کر عبادت کرتا ہے رجب
بیت اللہ کرتا ہے، روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

پر حاضری دیتی ہے، اٹھتا ہے بیٹھتا ہے۔ سوتا ہے یا جاگتا ہے۔ ہر حالت میں مذکورہ گناہ گار پر کئے ہوئے گناہ کا کوئی ایسا عملی داغ و دھبہ نہیں جس کے نتیجے میں وہ بے گناہ اور معصوم لوگوں سے ممتاز ہو، یا اس کی شکل و صورت حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات اور بغاوت کی گواہی دیتی ہو۔

مگر اس کے عکس دار بھی منڈانا اور کتروانہ منحوس ترین گناہ ہے جس سے کسی بھی زمان اور مکان میں اور کسی بھی حال میں چھٹکارہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ مسجد میں عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اگلا اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو بھی آپ کی صورت عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی معصیت، بغاوت اور رسول خدا کی نافرمانی کی واضح گواہی دیتی ہے۔

آپ افعال حج میں مصروف ہیں یا رخصت بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں سوتے ہیں اٹھتے ہیں غرض ہر لمحہ اور ہر سیکنڈ میں دار بھی منڈانے کی گناہ اور جملہ انبیاء اور مومنین صالحین کی صورت سے بغاوت کرنے کا علم لیے پھرتے ہیں۔

اور یہی دار بھی منڈانے اور کتروانے کا وہ تباہ کن پہاڑ ہے جو شاید دیگر عملی گناہوں میں نہیں ہے۔

چند شبہات اور ان کے جوابات

انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی وہ کسی جرم اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا ضمیر اسے اندر ہی اندر سے ملامت کرتا ہے مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے دور انداز غدر و غلط جیلے بہانے اور مختلف تاویلات کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے۔

یہی حال دار بھی منڈانے اور کتروانے والوں کی ہے۔ لہذا ان کے چند عام اور مشہور شبہات، سوالات اور ان کا ازالہ اور جوابات ناظرین کے علم میں لانا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ بلکہ دار بھی کے مسئلے کی اہمیت سمجھنے میں مدد اور معاون ہوں گے۔

(سوال) حضور علیہ السلام نے دار بھی بطور عادت رکھی تھی

یہ بات تو مسلم اور یقیناً ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے جملہ صحابہ کرام قبضہ ہجر (چار انگشت) دار بھی رکھتے تھے اور زندگی بھر

نہ تو حضور علیہ السلام اور نہ ہی کسی صحابی نے داڑھی منڈائی ہے اور نہ ہی ایک قبضہ سے کم کی ہے۔ مگر حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ نے اُس وقت کی عرب قوم کے رواج اور عادت کے مطابق ایسا کیا ہے۔ جیسے کہ آپ کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، لباس اور عربی بولنا وغیرہ اقوال و افعال حرکات و سکنات۔ یہ سب چیزیں آپ کی سنت اور طریقہ ہیں مگر بطور عادت ہیں نہ کہ بطور دین اور عبادت۔ لہذا ان چیزوں میں اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کی پیروی کرے تو بھی جائز ہے اور اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص حضور علیہ السلام کے وضع قطع کے مطابق لباس پہنے کھانا کھائے، اسلحہ زیب تن کرے (تلوار، ڈھال، نیزہ وغیرہ اور تیر و گمان) آپ جیسے اٹھے بیٹھے، چلے پھرے وغیرہ۔ عادی امور میں چاہے پیروی کرے چاہے نہ کرے اس لیے کہ سب سنن زوائد (زائد سنتیں ہیں) جیسے آپ نفل اور مباح بھی کہہ سکتے ہیں۔

البتہ جو چیزیں، افعال اور اقوال حضور علیہ السلام نے بطور دین اور عبادت کئے ہیں یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر (وحی جلی و حی خفی)

کے تحت کئے ہیں اور وہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے نہ ہو تو بیشک ان کا کرنا ہر اُمتی پر لازم ہے اور باعثِ ثواب ہے اور اس کا نہ کرنا حرام اور باعثِ عذاب و مؤاخذہ ہے اور ایسے امور کو سننِ مُعدیٰ کہا جاتا ہے جیسے پنجگانہ نماز، روزہ وغیرہ واکف۔ واجبات جیسے نماز عید، قربانی وغیرہ سنت مؤکدہ جیسے اذان، اقامت اور نماز باجماعت وغیرہ خلاصہ سوال یہ ہے کہ قبضہ بھر داڑھی یقیناً حضورؐ نے رکھا ہے مگر حضور علیہ السلام نے بطور عادت رکھا ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ لہذا چاہے کوئی ایک قبضہ (مٹھی بھر) داڑھی رکھے، کوئی کتر واکر چھوٹی مٹھنی داڑھی کھے اور کوئی اس پر استرا پھر کر منڈالے سب جائز ہیں۔ (جواب) :-

مذکورہ سوال میں تین دعوے کئے گئے ہیں جو کہ یہ ہے :-
۱۔ مشرکین کی عادت، رسم و رواج تھے کہ وہ لمبی داڑھیاں رکھتے تھے۔ وہ نہ تو داڑھی منڈاتے تھے اور نہ کتر واکر تھے۔ مشرکین عرب کا یہ رواج ایسا اجتماعی تھا جیسے عربی بولنا، مخصوص کھانا اور لباس

آپ کو پیرانِ دین ابراہیمی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام سمجھتے تھے اور بڑے
وصوم مصام سے اس کے دعویٰ کرتے۔ اسی کے نتیجے میں وہ افعال حج،
قربانی، بیت اللہ شریف کا طواف اور بیت اللہ کو عبادات میں قبلہ بنانا،
ختہ کرنا وغیرہ افعال و اقوال ابراہیمی کا اپنے زعم میں سختی سے پابندی کرتے
تھے اگرچہ انھوں نے ہر ایک سنت ابراہیمی میں شرک ملا دیا تھا تاہم ان کا
اصل دین جنفی اور شریعت ابراہیمی تھا۔

اسی طرح مشرکین مکہ میں وہ لوگ جو اپنے آپ کو دین دار سمجھتے
تھے وہ داڑھیاں رکھتے تھے مگر اس لیے نہیں کہ یہ عرب مشرکین کی عادت
تھی بلکہ اس لیے کہ داڑھی بڑھانا سنت ابراہیم اور شریعت ابراہیمی علی
صاحب السلام کا ایک شرعی حکم ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے عرب مشرکین کے مشرکانہ رواج
کے تحت داڑھی نہیں رکھی، جبکہ یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح

ہے کہ انبیاء علیہم السلام قزوں کے مشرکانہ اور کافرانہ رسم و مذاق کے
مٹانے کے لیے تشریف لائے۔ لہذا یہ کہنا کہ کسی نبی نے اپنی سنت اور
طریقہ کی اساس مشرکین کے رسم و مذاق پر رکھی ہے یہ اتنی گستاخانہ اور
خطرناک دعویٰ ہے کہ اگر اس سے تسلیم کیا جائے تو جلد انبیاء اور رسل
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ضرورت ہی سر سے ختم ہو کر رہ جائے
گی۔ طے تو خود حدیث مفصل بخوال از بنِ محجل

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام نے داڑھی اپنی ذاتی پسند اور عادت
مبارک کے پیش نظر رکھی ہے کسی حکمِ خداوندی اور شرعی احکامات کے تحت
نہیں رکھی ہے۔ تو ایسا سمجھنا بھی غلط اور باطل ہے۔

» اخرج الحارث بن ابی یحییٰ بن کثیر سے منقول ہے کہ حضور علیہ
اسامۃ عن یحییٰ بن کثیر قال السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ مجھے حکم دیا کہ میں داڑھی کو بڑھاؤں
وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَدْمُجَّيْ كَرَوَائِلَ (الباس
أَوْفَ طَيْبٍ وَمَخْنِي شَارِبِي وَالزَّيْنَةَ فِي الشَّرِيعَةِ الْإِسْلَامِيَّةِ

(اللباس والزينة في الشريعة (ص ۱۳۴)

الاسلامية (ص ۱۳۴) .

طبقات ابن سعد میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے :-

”أَمَرَ نَبِيَّ رَبِّي بِإِعْفَاءِ حُلَّتِي“ مجھے اپنی داڑھی بڑھانے اور وَقَصِّ شَوَارِبِي“ . (داڑھی منچھیں کتروانے کا حکم میرے رب کی قدر و قیمت ص ۲، تالیف مولانا نے دیا ہے، (داڑھی کی قدر و قیمت محمد عاشق الہی میرٹھی) ص ۲، تالیف علامہ محمد عاشق الہی میرٹھی)

خود کا مقام ہے کہ اگر داڑھی رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا بلکہ حضور علیہ السلام کی اپنی ذاتی پسند اور عادت ہوتی تو آپ اپنی امت کو داڑھی بڑھانے کا اتنی تاکید کے ساتھ کیوں حکم دیتے حالانکہ حضور علیہ السلام نے ہمیں بھی امت کو حکم نہیں دیا کہ تم پر میری ذاتی عادات کی پیروی لازم ہے، مثلاً یہ کہ راہ چلتے وقت میری چلنے کی پیروی کرو، یا بات کرنے ہنسے اور دیکھنے، اٹھنے بیٹھنے، لباس پہننے، تھامنے اور گھر لوہ زندگی کے

معمولات و نیوی وغیرہ میں میری روش اپنا نام پر لازم ہے۔ اگرچہ کسی عاشق رسول کو ایسا کرنے میں عظیم برکات اور انوار کا حصول یقینی ہے مگر پھر بھی یہ ایسے شرعی احکامات اور لوائنات ہرگز نہیں جیسا کہ داڑھی بڑھانا اور منچھیں کترانا۔

(سوال) داڑھی رکھنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔

داڑھی رکھنا سنت ہی تو ہے اور سنت ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ ہر خاص و عام اسے پیغمبر کی سنت کا نام دیتا ہے یا اسے مسنون داڑھی سے تعبیر کرتا ہے، لہذا قبضہ بھر داڑھی رکھنا اگر شرعی حکم بھی ہے تو بھی کئی لازم امر نہیں ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ کبیرہ ہو۔ (الجواب) :-

بہت سے لوگوں کو یہی مغالطہ ہے کہ داڑھی کے سنت ہونے سے مراد وہ سنت مراد ہے جو کہ فقہاء نے مشروعات کی درجہ بندی کرتے وقت فرض اور واجب کے بالمقابل ذکر کیا ہے جو کہ اس طرح ہے کہ مشروعات چار قسم ہیں۔ ۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ سنت ۴۔ نفل

یا مستحب۔ حالانکہ داطھی کے سنت ہونے کا یہ معنی اور مفہوم نہیں ہے۔
سنت کا مفہوم اور مطلب :-

سنت کا لفظ جب مطلق ذکر ہو یعنی واجب یا نفل اور مستحب کے بالمقابل
ذکر نہ ہونے تو اگر سنت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، مثلاً
وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا اور ہماری عادت اور دستور میں تم
دیکھا، بنی اسرائیل، آیت،» تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

(دیکھا، بنی اسرائیل، آیت،»)

تو ایسے موقعوں پر سنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ عادت جاری ہے جو
اقوام عالم اور کائنات کے متعلق جاری و ساری ہے۔

علامہ آلوسیؒ سنۃ اللہ کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-
”وَالْمُرَاحَعَةُ لِلَّهِ تَعَالَى سنۃ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ
فہمہ درود المعانی، جزء عادت جاری ہے جو کہ انبیاء کے
مخالفین کے ساتھ جاری ہے۔“

(روح المعانی ص ۱۹۱ جزء ۱۰۱)

علامۃ قاضی زین العابدین لکھتے ہیں۔ سنۃ اللہ سے مراد اللہ
کا دستور حکمت اور قانون قدرت ہوتا ہے (قاموس القرآن، ص ۱۸)
علامہ رابعی اصفہانیؒ لکھتے ہیں :-

وَسُنَّةُ اللَّهِ تَعَالَى تَقَال سنۃ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت
بِطَرِيقَةِ حُكْمَتِهِ وَطَرِيقَةِ اور حکمت کا طریقہ کار ہے
لَمَاتِهِ (المفردات ص ۱۲۵) (مفردات رابعی ص ۱۲۵)

اور لفظ سنت کی نسبت جب حضور علی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو مثلاً
”سُنَّةُ النَّبِيِّ، يَأْتِيَنَّ الرُّسُلُ، يَأْتِيَنَّ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْنَا بِنِيَادِهِمْ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔“

یا، لفظ سنت کا ذکر بغیر سی نسبت اور اضافت کے ہو جیسے کہ

عام طور پر اسلامی نظام اور اسلامی شریعت اور قانون کے لیے کہا جاتا ہے
قرآن اور سنت کا نظام اور قانون یا جیسے کہ ائمہ مسلمہ کے لیے لقب ہے
”أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“ یا جیسے کہ کہا جاتا ہے ”مسندین عین“
”منون داطھی وغیرہ

تو یہاں سنت اور مستون سے مراد ہے حضور علیہ السلام کا وہ طریقہ جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کی گئی اور آپ نے اختیاری طور پر بطور دین اور عبادت اسے تاحیات معمول بنائے رکھا اسی سنت اور طریقہ نبوی کو شریعت اور طریقت بھی کہا جاتا ہے
علامہ ملا علی قاری باب الاعتصام بالكتاب والسنة کے تحت لکھتے ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِالسَّنَةِ هُنَا أَقْوَالُهُ يَهَا سُنَّتٌ مُرَادٌ هُوَ حُضُورُ عَلِيِّهِ السَّلَامُ وَأَفْعَالُهُ وَأَقْوَالُهُ الْمُعْتَدَّةُ أَقْوَالُ، أَفْعَالُ وَأَحْوَالُ جَبَّ عَنْهَا بِالشَّرْعِيَّةِ وَالطَّرِيقَةِ شَرِيعَتِ طَرِيقَتِ أَوْ حَقِيقَتِ كَ وَالْحَقِيقَةِ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۱۴) ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
(مرقات ج ۱ ص ۲۱۴)۔

علامہ راجب اصفہانی لکھتا ہے۔

وَسُنَّةُ النَّبِيِّ طَرِيقَتُهُ الَّتِي سَنَّتِ النَّبِيُّ سَے مراد ہے آپ کا وہ یَتَخَذَهَا (المفردات ص ۲۴) وہ طریقہ دین جسے آپ بڑی جستجو

کے ساتھ اپنائے ہوئے تھے لمفردات ص ۲۱۴

جناب المجتہد فی المسائل علامہ خراسانی لکھتے ہیں:

وَأَمَّا السَّنَةُ فَهِيَ الطَّرِيقَةُ سُنَّتٌ سَے مراد ہے دین اسلام الْمُسْلُوکَةُ فِي الدِّينِ ہ کا وہ طریقہ جسے حضور علیہ السلام اپنا

(اصول المسحیح ج ۱ ص ۱۱۳) رکھتے تھے۔ (اصول الخیر ج ۱ ص ۱۱۳)

قاضی زین العابدین لکھتے ہیں کہ سُنَّةُ النَّبِيِّ سَے مراد وہ

طریقہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا رہے، حدیث کو

سُنَّةِ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس سے اس طریقہ کی طرف راہنمائی ہوتی

ہے۔ (قاموس القرآن ص ۲۸)

حاصل کلام :-

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام پر نازل شدہ دین اسلام

اور اس کے وہ مجملہ احکامات جسے آپ نے زندگی میں معمول بنایا تھا اس

کو سنت کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ احکامات فرائض اور واجبات

کے زمرے میں سے ہو یا مستحبات ہوں۔

دین اسلام کے احکامات میں وجہ بندی

سُنَّةُ الرَّسُولِ، یا۔ بالفاظ دیگر دین اسلام کے احکامات میں وجہ بندی، یعنی یہ کہ فلاں کام فرض عین ہے یا فرض کفایہ، واجب ہے یا سنت مؤکدہ، سنت نائمہ ہے یا نفل اور مستحب اور فلاں کام کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس وجہ بندی کی تفصیل اصول فقہ میں بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

اصول شرع اور اصول فقہ کی رد سے یہ امر ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے جس کام کے کرنے کا حکم اور امر کیا ہے اس کا کرنا واجب ہے اور جس کام کے کرنے سے نہی اور منع فرمایا ہو اس کا کرنا حرام ہے بشرطیکہ وجہ اور صریح کے خلاف شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ اس کا تفصیل آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے دارِ طہی چھوڑنے اور مچھیں کترولنے کا تاکید کے ساتھ حکم اور امر صادر فرمایا ہے۔ لہذا سُنَّةُ الرَّسُولِ کی وجہ بندی میں قبضہ بھر دارِ طہی رکھنا اور مچھیں کترولنے کا وجہ فرض علی اور وجوب کا ہے نہ کہ سنت کا جیسے کہ عام طور

پر مشہور ہے۔

محدث دہلوی شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں

والگداشتن آن بقدر قبضہ | دارِ طہی کا بقدر ایک قبضہ چھوڑنا واجب است و آنکہ آن را | واجب ہے۔ یہی بات کر اسے سنت گویند معنی طریقہ مسنون | سنت کا نام جو دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام | اس کا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام ثبوت آن بہ سنت است | کا وہ طریقہ جو دین کے بارے میں چنانچہ نماز عید و سنت | آپ کا معمول تھا، یا اس وجہ سے گفتہ اندہ ۱۱ اشعۃ المعانی ص ۲۸۸ | کہ دارِ طہی رکھنے کا ثبوت قرآن سے

ہیں بلکہ سنت سے ہے جیسے کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ واجب ہے۔ (اشعۃ المعانی ص ۲۸۸)

صحابہ کرام نے جب حضور علیہ السلام سے اُخُوۃ (قربانی) کے بارے میں ایک سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:-

”سُنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ“ قربانی کرنا تمہارے باب ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ دیکھئے یہاں حضور علیہ السلام نے قربانی کو سنت کا نام دیا حالانکہ ہر مسلمان غنی پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

”النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ نِكَاحَ كَرْنَا مِيرِي سُنَّتْ هِيَ پَسْ جِنے عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

وضاحت :- دیکھئے یہاں نکاح کو مطلقاً سنت فرمایا، حالانکہ بعض اوقات مسلمان کے لیے نکاح کرنا فرض عین ہوتا ہے، بعض اوقات واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات سنت اور بعض اوقات نکاح کرنا حرام یا مکروہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں بسط کے ساتھ ذکر ہے۔

(سوال) دو انگلیوں کے سروں میں پکڑنے کو قبضہ کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ قبضہ جیسے کہ ایک مشت یعنی چار انگشت کو کہا جاتا ہے۔ اسٹھی میں پکڑنے کو کہا جاتا ہے دیسے ہی دو انگلیوں کے پوؤوں میں پکڑنے

کو بھی کہا جاتا ہے، لہذا تختی داڑھی بھی ایک قبضہ داڑھی ہی ہے۔ (الجواب) :-

میر بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، امام لغۃ القرآن علامہ راغب صفہانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب المفردات میں لکھتے ہیں۔

”الْقَبْضُ تَنَاوُلُ الشَّيْءِ بِجَمِيعِ الْقَبْضِ غَيْرِ قَبْضِ السَّيْفِ“ ہتھیلی اور اسٹھی میں پکڑنا، جیسے کہ تلوار کا دستہ اسٹھی میں پکڑنا۔ (المفردات ص ۳۹۸)

(مفردات ص ۳۹۸)

نیز حضور علیہ السلام نے جو ”وَأَعْقُوا الْحُلَى“ داڑھی بڑھائے رکھو، اور ”وَارْجُوا الْحُلَى“ داڑھی لٹکانے رکھو، کا حکم دیا ہے اگر قبضہ سے مراد اتنی داڑھی ہو جو کہ انگلیوں کے سروں سے پکڑ لی جاسکے تو پھر داڑھی بڑھانے اور لٹکانے والی احادیثوں کا کیا معنی ہو گا۔

ع خود بدلتے نہیں، اسلام بدل دیتے ہیں۔

داڑھی منڈانے اور کتر دانے پر آج امت کا عملی اجماع اور تعامل ہے

آج کل جملہ اسلامی ممالک بشمول عرب ممالک کے نہ صرف عوام بلکہ
بیشتر خواص مثلاً قاضی صاحبان مفتی صاحبان اور خطباء صحابان اور اسلامی
درس گاہوں کے معلمین اور متعلمین حضرات داڑھی رکھی ہوئے ہیں
وہ مسنون داڑھی، یعنی قبضہ بھر داڑھی ہرگز نہیں ہوتی ہے مسلمانوں
کا یہ اجماعی عمل اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ قبضہ بھر داڑھی رکھنا اسلامی
تعلیمات کی رو سے ضروری نہیں ہے۔

(الجواب)

اسلامی احکامات کے لیے شرعی دلائل چار ہیں اور میں قرآن -
سنت ۳۱ اجماع معتبر ۳۲ قیاس مجتہد - دنیا کچھ کتب خانوں
اور علماء کرام کے علمی خزائن کی جتنی بھی چھان بین کی جائے کہیں بھی کسی
ایت قرآنی اور حدیث صحیحہ یا کسی صحابی یا کسی مسلم مجتہد کے قول و عمل سے
داڑھی منڈانے اور کتر دانے کے حجاز کے لیے ادنیٰ اور ضعیف قول بھی

پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے جس پر پچھلے صفحات میں صحیح ذکر فرمایا اور مذہب اربعہ
کے ائمہ مجتہدین کا اجماع اور اتفاق ایک ناقابل انکار حجت ہے یہی یہ
بات کے مسلمانوں کے عوام اور بعض خواص کا عمل ہے، تو جاننا چاہیے
کہ شریعت کے نصوص اور صریح احکامات کے خلاف کسی بھی فرد،
یا افراد یا اقوام خواہ وہ خواص ہو یا عوام، سرے سے کوئی ذل نہیں
رکھتے ہیں چہ جائے کہ اسے کسی امر کے لیے حجاز یا عدم حجاز کے لیے
بطور دلیل پیش کیا جاسکے۔

آج کل دنیا بھر کے اقتصادی اور مالیاتی نظام میں سود، جو اقمار بازی
بیوروکری فاسد اور باطل مغلط ہے اور مسلمان ممالک میں قانونی شکل
کے تحت جاری و ساری ہے۔ عورت کے تقدس اور عفت کی شرعی
حدود کو تنگ نظری کہہ کر رد کیا جاتا ہے۔ شرعی حدود اور قصاص کو
بیانگ دھل ظالمانہ اور دخیانہ قوانین کے نقاب سے یاد کیا جاتا ہے
اور اسلامی نظام کے نفاذ کو ملاً ازہم اور بنیاد پرستی کہہ کر ہر اسلامی ملک
کے اہم منصب داران، حزب اقتدار اور حزب اختلاف اس سے

پس سوال کرنے والے کے لیے چاہیے کہ قرآن و سنت کا بسترہ گول کر کے ایک طرف رکھنے کا اعلان کرے اور انسانوں کی ہدایت کے لیے لوگوں کی اکثریت کی پسند اور ناپسند کو مشعل راہ اور جواز یا عدم جواز کے لیے حجت اور دلیل قرار دینے کا ایک نئی شریعت (نیو ورلڈ آرڈر) کا اعلان کریں۔

قصہ مختصر :-

اس قسم کے سوالات اور دلائل "عذر گناہ بہ تراز گناہ" کے سوا کچھ
 بھی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک اضافی فائدہ

مسنون دادرسی رکھنے کے چند فوائد حسب فہم ہدیہ ناظرین کرنے کے ساتھ دادرسی کے شرعی احکامات میں سے ایک مسئلہ دادرسی کے خضوع کا ہے جس میں علامہ کا نہ صرف اختلاف سننے اور دیکھنے میں آتا ہے بلکہ اس میں غیر ضروری غلو کا مظاہرہ بھی کبھی کبھار طرفین یعنی مالغین اور تجوزین کی طرف سے سننے میں آتا ہے لہذا اس مسئلے کے متعلق بندہ کا فتویٰ جو کہ انویطہبی سے آئے ہوئے ایک استفادہ کے جواب میں لکھا گیا تھا اسی رسالہ کے ساتھ بطور مزید افادۂ عام شامل کیا جاتا ہے۔

واللہ الموفق للصواب۔

استفتاء

سوال: گزارش ہے کہ بعض علماء کرام علانیہ طور پر یہ فتویٰ لگاتے پھرتے ہیں کہ جو کوئی بالوں کو سیاہ خضاب لگاتا ہے۔ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، کیا حکم صحیح ہے؟
سائل عبدالمنان کاکا خیل آف وانا، الحال ابوظہبی

اجواب: واللہ الموفق للصواب

خالص سیاہ رنگ کے بغیر جتنے بھی خضاب ہیں جیسے سرخ سیاہی مائل، سیاہ سرخی مائل، زرد، سبز، بادامی اور خاکی وغیرہ۔

ایسے سب خضاب نہ صرف بالاتفاق جائز ہیں، بلکہ مستحب بھی ہیں البتہ خالص سیاہ خضاب میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک باجماع ائمہ و مشائخ جائز ہے۔

(۲) دوسرا باجماع امت ناجائز ہے۔

(۳) اور تیسرے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز ہے اور

بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد اور غازی بوقت پہلی صورت^(۱) جہاد لگائے تاکہ دشمن پر عرب ظاہر ہو، یہ باجماع ائمہ و اتفاق مشائخ جائز ہے، دیکھئے (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ جلد ۵، صفحہ ۳۶۹) اور فتاویٰ شامی، کتاب الخطر والاباحۃ صفحہ ۲۹۵ جلد ۵۔

یہ ہے کہ جہاد کے سوا کسی ایسے موقع اور محل میں دوسری صورت^(۲) جہاں فریب اور دھوکہ دینا شرعاً جائز نہ ہو کوئی انسان کسی کو دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگالے، یہ باتفاق ناجائز ہے کیونکہ دھوکہ دینا علامات نفاق میں سے ہے اور کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر اس سے کوئی کام نکالنا باتفاق حرام ہے۔

یہ ہے کہ محض زریب وزینت کے لیے سیاہ تیسری صورت^(۳) خضاب کیا جائے تاکہ بیوی کو خوش کرے اس میں اختلاف ہے جمہور اس کو مکروہ فرماتے ہیں اور بعض ائمہ اور مشائخ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے۔ (جواب الفقہ جلد ۲، صفحہ ۴۲۷، تالیف مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم) علامہ شامی سیاہ خضاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

قوله ويكره بالسواد وقيل لا مجمع الفتاوى: در مختار (قوله ويكره بالسواد) اى لغير الحرب قال فى الذخيرة أما الغضا بالسواد لغزو ليكون اهيىب فى عين العدو فهو محمود بالاتفاق وان لينين نفسه للنساء فمكروه وعليه عامة المشايخ وبعضهم جوزة بلا كراهة روى عن ابى يوسف انه قال كما يعجبني أن تنزين لى يعجبها أن تنزين دها۔ (رشامى، ج ۵، ص ۲۹۹)

اور سیاہ خضاب مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے مجمع الفتاویٰ، در مختار اور یہ جو کہا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے تو یہ اس صورت میں ہے کہ جہاد کے لئے نہ ہو، صاحب ذخیرہ نے کہا ہے کہ اگر مجاہد جہاد کے دوران سیاہ خضاب لگاتا ہے تاکہ دشمن پر اس کی جوانی کی رعب اور ہدیت مسلط ہو جائے تو بالاتفاق باعث ثواب ہے اور اگر عورتوں کے لیے اپنے آپ کو خوبصورت بنانا ہے تو عام مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے اس صورت کو بھی بغیر کراہت کے جائز قرار دیا ہے ابی یوسف سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جیسے کہ میں بیوی کی زینت و زیبائش پسند کرتا ہوں

کرتا ہوں ویسے ہی بیوی میری زینت و زیبائش پسند کرتی ہے۔ (رشامی، ج ۵، ص ۲۹۹)

علامہ سرخسی نے اپنی مشہور آفاق کتاب المبسوط میں فقہاء احناف کے اس اختلاف میں امام ابی یوسف کے قول کو ”اصح“ یعنی زیادہ صحیح قرار دے کر مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں۔

قوله وأمن اختضب لا حل للثین للنساء والمجاری فقد منع من ذالك بعض العلماء رحمهم الله تعالى والاصح أنه لا بأس به وهو المروى عن ابى يوسف رحمه الله تعالى قال كما يعجبني أن تنزين دها الخ (المبسوط للسرخسی، جزء نمبر ۱ صفحہ ۱۹۹)

اور جس نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے لیے زینت و زیبائش کی غرض سے سیاہ خضاب لگایا تو بعض علماء نے ایسا کرنے سے منع فرمایا مگر اصح قول یہ ہے کہ اس کا کوئی گنا نہیں ہے اور یہی روایت ہے امام ابی یوسف سے آپ نے فرمایا جیسا کہ میں اپنی بیوی کی زینت و زیبائش کو پسند کرتا ہوں ویسا ہی میری بیوی میری زینت و زیبائش پسند کرتی ہے۔ (مبسوط، جزء ۱۰ ص ۱۹۹)

سیاہ خضاب کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کی بنیاد و دلائل کا تجزیہ

سیاہ خضاب کو ناجائز کہنے والے فقہاء

بعض احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

حدیث ابن عباس رفعہ	حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث
یکون قوم یخضبون	ہے کہ آنے والے زمانے میں ایسے لوگ
بالسواد لا یجدون ریح الجنة (فتح الباری، جزء ۱۷)	ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں
ص ۲۹۲) وحديث جابر	یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے
الذي اخبره مسلم في	(فتح الباری، جزء ۱۷، ص ۲۹۲)
قصه ابی قحافة حدیث	اور حضرت جابر کی حدیث جسے مسلم نے
قال عليه السلام لما	روایت کی ہے کہ جب حضور علیہ السلام
رأى رأسه كأنها الثغامة	نے حضرت ابی قحافةؓ کا سر تقامتہ
بياضا غيضا واهذا و	جیسے سفید دیکھا تو فرمایا ان کے بالوں
جنبوه السواد (ایضاً)	کو رنگ دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب
وحديث ابی الدرداء رفعہ	کرد۔ (حوالہ مذکور)
	اور حدیث حضرت ابوذرؓ سے

من خضب بالسواد سؤد
الله وجهه يوم القيامة
(ایضاً)

آپ نے مرفوع کیا ہے کہ جس نے
سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ اس کا منہ سیاہ کرے گا۔
(حوالہ مذکور)

الثغامة، نبات شديد
البياض زهره و ثمره
(فتح الباری، جلد ۱۷، ص ۲۹۲) میں۔ (فتح الباری جلد ۱۷، ص ۲۹۲)

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے ائمہ اور مشائخ ان مذکورہ احادیث
کو دلیل بناتے ہیں، لیکن باوجود اس کے مجاہد اور غازی کے لیے بوقت
جہاد سیاہ خضاب کا استعمال مذکورہ ائمہ اور مشائخ بھی نہ صرف جائز
بتاتے ہیں بلکہ باعث ثواب ٹھہراتے ہیں جیسے علامہ شامی اور عالمگیری
وغیرہ فقہانے اس پر تصریح کی ہے۔

سیاہ خضاب جائز قرار دینے والے ائمہ اور مشائخ جلیل القدر
صحابہ عظام، مشہور تابعین، تبع تابعین قضاة اور مفتیان کرام کے قول
عمل سے اور بعض احادیث اور آیات سے اور مفسرین اور محدثین
کے تشریحات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ بخوزی اپنی شہرہ آفاق کتاب زاد المعاد میں یوں

تحریر فرماتے ہیں۔

ابن جریر نے اپنی کتاب (تہذیب
الآثار میں لکھا ہے کہ حضرت حن
اور حضرت حین رضی اللہ عنہما دونوں
سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور
لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان
حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت محمد
بن ابی وقاص، حضرت عقبہ بن
عامر، حضرت میسرۃ بن شعبہ، حضرت
جزیر بن عبد اللہ، حضرت عمرو بن
العاص رضی اللہ عنہم اجمعین، بھی
سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور
تابعین کی ایک جماعت سے سیاہ خضاب
لگانا نقل کیا ہے جن میں سے عمرو
بن عثمان، علی بن عبد اللہ بن عباس
ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عبد الرحمن بن
الاسود، موسیٰ بن طلحہ، ابن شہاب
الزہری، ایوب اور اسمعیل بن

فقد صح عن الحسن والحین
رضی اللہ عنہما: انہما
کانا یخضبان بالاسود
ذکر ذالک ابن جریر
عنہما فی کتاب (تہذیب
الآثار) وذكرہ عن عثمان
بن عفان، و عبد اللہ بن
جعفر، وسعد بن ابی وقاص
وعقبہ بن عامر، والمیسرۃ
بن شعبہ، وجری بن
عبد اللہ، وعمرو بن
العاص رضی اللہ عنہم
اجمعین، وحکاء عن
جماعة من التابعین منهم
عمرو بن عثمان، و علی بن
عبد اللہ بن عباس، وأبو

سلمۃ بن عبد الرحمن، و
عبد الرحمن بن الاسود، و
موسیٰ بن طلحہ، والزہری
و ایوب، اسمعیل بن معد
یکرب رضی اللہ عنہم
اجمعین، وحکاء ابن الجوفی
عن محارب بن دثار ویزید
و ابن جریج، و ابی یوسف
و ابی اسحق، و ابن ابی لیلیٰ
و زیاد بن علاقہ و غیلان
بن جامع، و نافع بن جبر، عمرو بن
علی المقدمی، اور قاسم بن سلام
رضی اللہ عنہم اجمعین سے سیاہ
خضاب لگانا نقل کیا ہے۔
(زاد المعاد، جلد ۳، حرف الکاف
اکتم، ص ۲۱۹)
و عمرو بن علی المقدمی
و القاسم بن سلام رضی
اللہ عنہم اجمعین
(زاد المعاد، جلد ثالث، حرف
الکاف، ص ۲۱۹)

علامت ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں سیاہ خضاب

پہنچنے سے بحث کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
قال قال النبی علیہ السلام

ان الیہود والنصارى لا

یصغون فخالفوہم

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

وفی الکبیر حدیث عتبۃ

بن عبد کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

یأمر بتغییر الشعر

مخالفة للوعاء

وقد تمسک بہ من

اجاز الخضاب بالسواد

وقد تقدمت مسئلة

استثناء الخضب بالسواد

لحدیثی جابر و ابن عباس

(الی ان قال) وقد رخص

الوسبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہود اور

نصاری باؤں کو خضاب نہیں دیتے

ہیں پس تم ان کی مخالفت کرو۔

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

اور الکبیر میں عتبۃ بن عبد کی حدیث

ہے کہ حضور علیہ السلام باؤں کا رنگ

تبدیل کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے

تاکہ اہل فارس و روم یعنی غیر عرب

کی مخالفت ہو سکے اور اس بات کو

دلیل بنایا ہے۔ ان لوگوں نے جنہوں

نے سیاہ خضاب لگانے کو جائز قرار

دیا ہے اور حضرت جابر اور ابن

عباس سے مروی عدم جواز کی دو حدیثیں

پہلے گزر چکی ہیں۔ آگے جا کر فرمایا اور

تحقیق سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے

فیہ طائفۃ من السلف

منہم سعد بن ابی

وقاص و عقبۃ بن عامر

الحسن والحسین وجری

و غیر واحد و اختارہ

ابن ابی عاصم فی کتاب

الخضاب لہ۔ (فتح الباری ج

۱، ص ۲۹۲)

صحابہ کی ایک جماعت نے جن میں سے

سعد بن ابی وقاص، عقبۃ بن عامر

حسن اور حسین، جزیہ اور بہت سے

صحابہ ہیں اور ابن ابی عاصم نے

اپنی تصنیف و کتاب الخضاب

میں جواز کو اختیار کیا ہے۔

(فتح الباری، ج ۱، ص ۲۹۲)

حضرت حسین خالص سیاہ و سمہ لگایا کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر

تحریر فرماتے ہیں۔

وقال ابن جریر: سمعت

عمر بن عطاء: قال

رأیت الحسین بن علی

یصبغ بالوسمة، أما

هو فکان ابن ستین

سنة، وکان رأسه

ولحیته مشدیدی السواد

ابن جریر کہتا ہے کہ میں نے عمر

بن عطاء سے سنا، آپ نے فرمایا

کہ میں حسین بن علی کو خود دیکھا کہ سیاہ

وسمہ لگاتے۔ اس وقت وہ ساٹھ

کے پیٹھے میں تھے، مگر ان کے سر

اور داڑھی کے بال بہت زیادہ

سیاہ تھے۔

(البداية والنهاية، جزء (البداية، جلد ۸، ص ۱۵۰)

(۸، ص ۱۵۰)

والوسمة تجعل الشعراء

وسمة بالون كوخا صياہ كرتي ہے

سود فاحما، (زاد المعاد،

زاد المعاد، ج ۳، حرف الواو

(ص ۲۱۸)

ج ۳، حرف الواو، ص ۲۱۸)

امام ابن شہاب الزہری کا عملی فتویٰ

عن ابن شہاب قال كنا

حضرت ابن شہاب الزہری فرماتے

مخضب بالسواد اذا كان

میں کہ ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے

الوجه جديدا فلما

جب تک ہمارے چہرے میں تازگی

نغض الوجه والاسنان

تھی اور جب چہرے پر بڑھاپے سے

ترکناہ،

(فتح الباری ج ۱۰، ص ۲۹۲)

ابن شہاب الزہری احد

الفقهاء والمحدثين و

والعلماء الاعلام من

التابعين بالمدينة المشار

اليه في فنون علوم الشريعة

سمي نفعاً من الصحابة

روی عنہ خلق کثیر

منهم قتاده و مالك

بن النس، وقال عمر بن

عبد العزيز لا أعلم احدا

اعظم بسنة ماضية

منه، قيل لمكحول من

اعلم من رأيت؟ قال

ابن شهاب، قيل له ثور

من قال ابن شهاب، قيل

ثور من؟ قال ابن شهاب

(اكمال في اسماء الرجال

لصاحب المشكاة شيخ

ولي الدين)

میں تمام فنون اور علوم شریعت میں

نگاہیں آپ کی طرف اٹھتیں اپنے کئی

صحابہ سے علوم سیکھیں۔ آپ سے

بہت سے لوگوں نے احادیث

نقل کی ہیں، جن میں سے حضرت

قتادہ اور امام مالک بھی ہیں، عمر

بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میں علوم

الحديث میں زہری سے زیادہ عالم

نہیں جانتا ہوں، حضرت مکحول

سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے

نزدیک سب سے زیادہ عالم کون

ہے۔ آپ نے فرمایا ابن شہاب

سائل نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال

دہرایا، آپ نے ہر بار یہی جواب

دیا۔

(كمال في اسماء الرجال)

زینت و زیبائش میں اصل اباحت ہے

یہود اور نصاریٰ نے ان کے خود ساختہ رہبانیت کو دین سمجھا تھا اس لیے ہر زینت و زیبائش، ناز و نعمت، حسن و جمال اور عیش و عشرت کو دینداری اور خدا پرستی کے منافی اور ناجائز سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ یہود اور نصاریٰ سفید بالوں کو سفید رکھنا عبادت اور دینداری سمجھتے تھے اور بالوں کو ہر قسم کا خضاب دینا گمراہی اور بے دینی سمجھتے تھے اسی راہبانہ نظریے کی تردید کے لیے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ
الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ
قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةٌ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط (پ،
س، ۴، ص ۳۱)

کہہ دو اے پیغمبر! اللہ کی زینت
کس نے حرام کیا ہے جو اس نے
اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے
اور کس نے کھانے کی سخری چیزیں
حرام کیں، کہہ دو دنیا کی زندگی میں
یہ نعمتیں دراصل ایمان والوں کے لئے
میں (کفار طفیلی ہیں) قیامت کے دن
خالص مومنین ہی کے لیے ہو جائیں
گی (سورہ اعراف، پارہ ۷، ص ۳۱)

علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

قوله واستدل بالآية
على ان الأصل في المطاع
والملايس وانواع
التجملات الاباحية
لان الاستفهام في من
لانكار تحريمها على
ابلاغ وجه الى ان قال
والحق ان كل ما هو
يقوم الدليل على حرمة
داخل في هذه الزينة
لا توقف في استعماله
ما لم يكن فيه نحو مخيلة

یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ
کھانے پینے، پہننے اور جملہ زیب و
زینت کی چیزوں میں اصل اباحت
ہے اس لیے کہ اس آیت میں ان
چیزوں کی ممانعت کا سختی سے انکار
ہے آگے فرماتے ہیں حق بات یہ
ہے کہ تا دقتیکہ کسی چیز کی حرمت پر
شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے تب تک
تمام چیزوں اسی زینت میں داخل
ہیں یعنی جائز ہیں اس کے استعمال
میں ذرہ بھر تامل نہ کی جائے جب
تک اس میں تکبر نہ ہو۔

(روح المعانی، جزء ۸، ص ۱۱۱)

یہ ہے فریقین کے دلائل کا ایک اجمالی خاکہ، چونکہ بظاہر ان دو طرفہ
دلائل میں تعارض ہے اس لیے فریقین نے ان میں تطبیق کی جو راہ اختیار
کی ہے اور ایک دوسرے کے دلائل کے جو جوابات دیئے ہیں وہ حسب

ذیل ہے۔

فریقین کی دلائل میں تطبیق

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مرفوع احادیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت ثابت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اتنے عظیم اور جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور مشائخ زندگی بھر سیاہ خضاب کا استعمال کر کے مذکورہ وعید بھرے احادیث کی مخالفت کرتے رہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ

مذکورہ عظیم ہستیوں نے خالص سیاہ خضاب نہیں لگایا ہے پہلی توجیہ بلکہ سرخ سیاہی مائل یا سیاہ سرخی مائل خضاب استعمال کرتے تھے جو نہ صرف جائز ہے بلکہ منون بھی ہے۔

اگر مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات نے خالص سیاہ دوسری توجیہ خضاب استعمال کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان حضرات کو ممانعت کے مذکورہ احادیث کا علم نہ تھا۔ اس لیے وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے اور جب ان حضرات کا یہ ناجائز عمل لاعلمی پر مبنی تھا، لہذا مذکورہ حضرات سیاہ خضاب لگانے پر گنہگار بھی نہیں ہیں۔

اور ان کا یہ عمل سیاہ خضاب کے استعمال کے جواز کے لیے دلیل بھی نہیں ہے۔

یہ حضرات غازی تھے جہاد کے وقت کفار کو دھوکہ دے کر مرعوب کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگاتے تھے اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، کیونکہ دوران جنگ کفار کو دھوکہ دینا از روئی شریعت جائز ہے ”الحرب خدعة“ جنگ دھوکہ ہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ شرعی اصول ہے کہ جب کسی شرعی حکم چوتھی توجیہ کے متعلق جواز اور عدم جواز کے دو طرفہ مادی دلائل سامنے آجائیں اور تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوگی لہذا یہاں بھی سیاہ خضاب کی ممانعت والی احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی، صحابہ کرام وغیرہ کے مذکورہ عمل سے سیاہ خضاب جائز نہیں بنتا۔

سیاہ خضاب کو ناجائز بتانے والے حضرات کے جملہ توجیہات اور جوابات کا پتھر اور خلاصہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اگر کسی نے مزید جوابات دیئے بھی ہوں تو بھی یقیناً مذکورہ چار جوابات کو تفصیل ہی ہوگا۔

ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ

اگر چند لمحات کے لیے پہلے سے جمائے ہوئے عقیدے اور

نظریے یا کسی مفتی کے فتوے پر خود اعتمادی کے اثرات سے خالی الذہن ہو کر مذکورہ جوابات کو دیکھا جائے تو بات بنتی نظر نہیں آتی۔

جواب اول کے متعلق عرض ہے پچھلے جلیل القدر محدثین اور چوٹی کے محققین اور اماموں کی تحقیقات پر دوبارہ نظر ڈالیے، علامہ ابن اثیر جیسے مستند محدث ہمسفر اور مورخ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں تو صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ وسمتہ لگاتے تھے اور آپ کے سر اور درادھی کے بال سخت سیاہ تھے اور امام ابن قیم الجوزیؒ اپنی کتاب زاد المعاد میں وسمتہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”وسمتہ بالوں کو خالص سیاہ بناتا ہے“ اور ہم کہتے پھر یہ کہ نہیں جی حضرت حسینؑ سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر جیسے نابغہ روزگار محدث تو اپنی عظیم مستند کتاب، فتح الباری میں تصریح فرماتے ہیں کہ جو لوگ سیاہ خضاب کی نصیحت دیتے ہیں ان میں سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر اور حسین رضی اللہ عنہم جیسے عظیم صحابہ کرام شامل تھے، مگر ہم کہہ دیں کہ نہیں یہ صحیح نہیں، اور اصل یہ حضرات سرخ سیاہی مائل خضاب استعمال کرتے تھے۔

امام زہری جیسے عظیم تابعی، اثباتی عالم استاد الأئمتہ تو خود اعلان کریں کہ جب تک ہمارے چہرے میں جذبت تھی ہم سیاہ خضاب استعمال کرتے

تھے مگر ہم پوری جرأت کے ساتھ کہیں نہیں جی امام زہری کو اپنے بالوں کے متعلق مغالطہ ہوا۔ درحقیقت وہ سیاہ خضاب نہ تھا، بلکہ سرخ سیاہی مائل تھا۔

فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں تو تصریح ہے کہ امام ابو یوسف سیاہ خضاب کو جائز قرار دیتے ہیں مگر ہم کہیں گے کہ نہیں جناب امام ابو یوسف تو سرخ و سیاہ خضاب کے جواز کا قائل ہے۔

علامہ مفتی محمد شفیعؒ تو جواہر الفقہ میں تو تصریح کریں کہ امام ابی یوسف نے سیاہ خضاب کے جواز کا جو قول کیا ہے وہ مذکورہ صحابہ وغیرہ کے عمل کی روشنی میں کیا ہے، لیکن ہم کہہ دیں کہ امام ابی یوسف بلکہ مفتی محمد شفیعؒ کو مغالطہ ہوا ہے مذکورہ صحابہ تو سیاہ خضاب نہیں بلکہ سرخ و سیاہ یعنی منون خضاب لگایا کرتے تھے۔

کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ دوسری تو جیہہ عنہ جس کے ہر قول و عمل کو شرعی دلیل کا درجہ حاصل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اوپر لازم ہے کہ میرے قول و عمل اور خلفاء الراشدین کے قول و عمل کی پیروی کرو۔ فرمایا (علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جس پر حضور علیہ السلام نے اپنے ماں باپ

قربان کرنے کا اعلان فرمایا ہے فرمایا، اِنْ هَذَا اَبَى وَاُمَّتِي
اور جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے اور مستجاب الدعوات بھی ہے
نیز حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جیسے سردارانِ اہل جنت اور
امان اہل بیت اور پیشوایانِ اُمت اور دیگر بکثرت صحابہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین، تبع تابعین اور محدثین، ائمہ فقہ اور
مشائخ اسلام ایک ایسی گناہ سے بے خبر ہیں جو کہ بقول بعض کبیرہ گناہ
ہے، جس کے کرنے والے پر جنت کی خوشنود تک حرام ہو جاتی ہے جس
کا ترک قیامت کے دن رو سیاہ ہو گا جس کا کرنے والا فاسق ہو کر از روئی
شریعت امامتِ صفوی (امامتِ نماز) کی اہلیت کھو جاتا ہو اور یہ بے
علمی ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال نہ ہو، بلکہ عمر بھر ہو (حضرت حسین
رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کے سر اور
داڑھی کے بال سیاہ تھے) نیز اس بات سے جو ایک اور بڑی خبری للذم
آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ان حضرات کو مذکورہ احادیث
ممانعت کا علم نہ تھا تو کیا لاکھوں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے خیر القردن کے زمانے میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ
اللہ تعالیٰ اور رسول خدا علیہ السلام کا مذکورہ فرمان مذکورہ حضرات تک
پہنچا دیتا؟ اور حسبِ ذیل آیت اور حدیث پر عمل پیرا ہوتا۔

قَوْلُهُ تَعَالَى، كُنْتُمْ خَيْرَ
أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
الایة قولہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام الا فلیبلغ
الشاهد منكم الغائب
او كما قال علیہ السلام
تمہیں بہتر اُمت بنا کر لوگوں کی
بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا، تاکہ تم
امر بالمعروف نہی منکر کا فریضہ
ادا کرتے رہو۔ حضور علیہ السلام
نہ میدانِ عرفات پر فرمایا یاد رکھو
تم میں سے جو موجود ہیں وہ غیر موجود
لوگوں تک احکامات اسلام پہنچایا
کر دو۔ یعنی تم میں سے اسلامی احکامات
سے باخبر لوگوں پر لازم ہے کہ بے خبر لوگوں تک ان احکامات کو پہنچایا کر دو۔

نیز یہ بات مسلم ہے کہ نہ صرف اسلام میں بلکہ پورے انسانی ادیان
میں (خواہ وہ حقہ ہوں یا باطلہ) اس دین کے حدود و مملکت کے اندر
رہنے والوں کے لیے اُس دین کے احکامات اور قوانین سے لاعلمی، ان
احکامات کی خلاف ورزی اور قانون شکنی کے لیے کوئی وجہ حجاز نہیں ملتی
حاصل کلام یہ کہ مذکورہ جوابِ عذر گناہ بدتر از گناہ، والی بات ہے
ع ناطقہ سرگرم بیان کے اسے کیا کہیے؟

مذکورہ حضرات لڑائی اور جہاد کے دورانِ سیاہِ خضاب
تیسری تو جیسہ استعمال فرماتے تھے، اس لیے بے وزن ہے کہ

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر کے اندر بیٹھے ہوئے جہاد کی نیت سے سیاہ خضاب لگاتے پھرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ میدان جنگ کفار کی دقت ایسا کریں، جیسا کہ فقہانے تصریح کی ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں قوی جوان ہیئت ناک نظر آئے اور جب آپ جانتے ہیں کہ مذکورہ صحابہ کرام اور دیگر حضرات کے سیاہ خضاب استعمال کرنے کے واقعات بیشتر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بعد کی ہیں جب خلافت فاروقی کے آخری دور میں اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر افغانستان، چین کی سرحدات اور یورپ تک پہنچا تھا، اس لیے یہ وہ زمانہ نہ تھا کہ صحابہ کرام مدینہ منورہ یا حجاز میں کفار کے غیر متوقع حملہ کے لیے دن رات مسلح اور کمر بستہ پھرتے رہتے تھے۔

البتہ جہاد دالی بات اگرچہ بظاہر درست نظر آتی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حق میں آتی ہے، جو درحقیقت درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ اگرچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا، مگر انہوں نے نہ تو یزیدی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور نہ ہی علم بغات بلند کیا تھا، جس پر حضرت حسین کا وہ یادگار خطبہ گواہ ہے جو آپ نے میدان کربلا میں زیاد کے فوجوں کے سامنے جنگ شروع ہونے سے پہلے دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے

زیاد کے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے خلاف لڑنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں، اگر ایسی نیت ہوتی تو میں اپنے ساتھ اہل بیت کی مستورات اور بال بچے اپنے ساتھ نہ لے آتا، بلکہ میں تمہارے دشمنان کوفہ کے بلانے پر آیا ہوں، اب یا تو مجھے یزید کے پاس جانے کی اجازت دو، تاکہ ہم آپس میں خود بات کر لیں، یا مجھے واپس مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دے دو یا مجھے کسی اسلامی سرحد پر بھیج دو تاکہ میں کافروں کے خلاف مرتے دم تک جہاد کرتا ہوں (تفصیل کے لیے دیکھئے (البدایۃ والنہایۃ) یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی میدان جہاد کے مقابلہ کے لیے سیاہ خضاب نہیں لگایا تھا۔

کہ جواز اور عدم جواز کے دلائل میں تطبیق نہ ہونے کی پوچھی تو جیسہ صورت میں ترجیح عدم جواز کو حاصل ہوتی ہے، کے متعلق اتنا عرض کرادوں کہ یہ نوبت یعنی عدم جواز کو ترجیح دینے کی نوبت تب آتی ہے کہ جب تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور اگر تطبیق کی مقولہ صورت ہو تو پہلے اس پر عمل کرنا لازم ہے، زیر بحث متعارض دلائل میں چونکہ تطبیق ممکن ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے اس لیے ترجیح کی سرے سے نوبت نہیں آتی ہے، نیز اگر اس چوتھے حجاب یا تو جیسہ کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہ جوابات

دے رہے ہیں، یعنی یہ کہ مذکورہ صحابہ کرام وغیرہ پر ضمانت سیاہ خضاب لگانے کی معصیت کے ارتکاب کا الزام نہ آجائے۔ وہی الزام ہم نے مذکورہ حضرات پر مدلل طریقے سے ثابت کر دیا۔ یہ گویا "فتر من المطرالی المیزاب" بادش سے بھاگا، پر نلے کے نیچے کھڑا ہوا، والی بات ہوئی۔

فرق ثانی نے جو تطبیق کی ہے

واجاب عن حدیث ابن عباس رفعہ، یکون قوم یخضبون بالسواد لا یجدون ریح الجنة، بأمنه لا دلالة فیہ علی کراهة الخضاب بالسواد بل فیہ اخبار عن قوم هذه صفتهم الخ (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)

اور جواب دیا ہے ابن عباس کے اس مرفوع حدیث کا کہ کہنے والے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے، جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے کہ اس حدیث میں خضاب سیاہ کی کراہت کی کوئی دلالت نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک جہنمی قوم کی خبر دی گئی ہے جن کی ظاہری صفت یہ ہوگی کہ خضاب سیاہ لگاتے ہوں گے۔ (فتح الباری ج ۱۰، ص ۲۹۲)

تشریح یعنی اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ، سیاہ خضاب لگانا ہے، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم کے جہنمی ہونے کی علت اور گناہ ان کی دیگر بد اعتقادات اور بد اعمالیاں ہوں گی، البتہ ان کی ظاہری صفت اور پہچان خضاب سیاہ ہوگی، لہذا یہ حدیث خضاب سیاہ کی ممانعت پر سرے سے دلالت نہیں کرتا۔ اس قسم کی بات ایک اور حدیث میں آئی ہے۔

عن ابی سعید بن الحدادی انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ینخرج فیکم قوم تحقرون صلاتکم مع صلاتہم وصیامکم مع صیامہم و عملکم مع عملہم ویقرؤن القرآن لا یجاوزہم حناجرہم یمرقون من الدین کما یمرق

ابن سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ تم حقیر جانو گے اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلے میں اور وہ قرآن پڑھیں گے جو کہ ان کے ملق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے ایسے خالی ہاتھ نکلیں گے جیسے تیر نشانے سے۔

السهم من الرميّة - (بخاری شریف، جلد ۲، ص ۵۶)

(بخاری شریف جلد ثانی، ص ۵۶)

عن سوید بن غفلة قال

علی سمعت النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یقول یأتی

فی آخر الزمان قوم حدثلة

الاسنان سفهاء الاحلام

یقودون من خیر قول

البریة یمرقون من الاسلام

کما یمرق السهم

من الرميّة لا یجاوز

ایمانهم حنا جرهم

فانما لقیتموهم

فاقتلوهم فان قتلهم

اجر لمن قتلهم يوم

القیامة (بخاری شریف

جلد ثانی، ص ۵۶)

سوید بن غفلة سے روایت ہے

کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے

حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے

فرمایا کہ آخر زمان میں لوگ آئیں گے

جو نو عمر اور کم عقل ہوں گے زبان پر

بہترین باتیں (قرآن و حدیث) بیان

کریں گے۔ دین اسلام سے ایسی خالی

ہاتھ نکلیں گے جیسے تیرنا سے

(بے داغ) نکلتا ہے۔ ان کی ایمان

ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

جہاں کہیں تمہیں یہ لوگ ملیں انہیں قتل

کرو، بے شک ان کے قتل کرنے میں

قاتلوں کے لیے قیامت کے دن ثواب

ہوگا۔

(بخاری شریف جلد ۲، ص ۵۶)

دیکھتے ان احادیث میں جن لوگوں کی بے ایمانی اور واجب

القتل ہونے کی خبر دی گئی ہے ان کی صفات یہ بیان کی

گئی ہے کہ صوم و صلاۃ اور اعمال صالحہ کی بہترین نمائش کریں گے بہترین

اقوال اور قرآن کا مظاہرہ کریں گے۔ واضح بات ہے کہ اس حدیث

کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے بے ایمانی کی علت اور سبب اچھی نماز

اچھے روزے، اچھے اعمال، تلاوت قرآن اور اچھی باتیں ہیں، بلکہ یہ ان

لوگوں کی ظاہری صفات ہیں، ان کے بے ایمانی اور واجب القتل ہونے

کی علت ان کے اندرونی اسکا، زندگی قیامت نفاق اور ریاکاری اور تدا

ہی ہو سکتی ہے۔ یعنی یہی مطلب ابن عباسؓ کے سیاہ خضاب والی حدیث

کا ہے، یعنی ابن عباسؓ کے حدیث میں جنت کی گونہ سونگھنے کی علت

سیاہ خضاب نہیں، بلکہ ان کے اندرونی بد اعتقادات ہیں، مگر وہ پوشیدہ

ہیں۔ ان لوگوں کی ظاہری صفات میں سے نمایاں صفت سیاہ خضاب ہے

واجاب عن حدیث جابر

اور حضرت جابرؓ کے حدیث میں جو

جلبوه السواد، بآنہ فی

آیا ہے کہ ابی قحافہ کے بالوں کو

حق من صار سیب رأسه

رنگ دو مگر سیاہ سے اجتناب کرو

مستبشعاً ولا یطرد ذالک

اس سے مراد وہ شخص ہے جو بہت

بڑھا ہوا ہو، یہ حکم ہر ایک کے لئے نہیں

فی حق کل احد انتمی

(فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲) (فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۹۲)
اسی جواب کی تائید حضرت ابن شہاب جیسے عظیم تابعی اور امام محدثین
کے قول و عمل سے ہوتا ہے۔

قال کنا نخضب بالسواد فرمایا جب چہرے میں تردد تازگی تھی
اذا کان الوجه جدیداً ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے جب
فلما نفص الوجه والا چہرے پر بڑھاپا چھا گیا اور دانت
ستان تو کناہ۔ ہٹنے لگے تو ہم نے سیاہ خضاب چھوڑ دی

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲) (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

علامہ ابن ابی عاصم حضرت جابر دالی حدیث سے یوں استنباط
فرماتا ہے۔

واستنبط ابن ابی عاصم حضور علیہ السلام کے اس قول سے
من تولہ علیہ السلام کہ ابی قحافة کے بالوں کو سیاہ خضاب
جنبوه السواد، أن الخضاب نہ لگاؤ، علامہ ابن ابی عاصم نے
بالسواد کان من یوں استنباط کیا کہ اس سے ثابت
عاد تھو۔ ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا صحابہ

(فتح الباری جلد عاشر ص ۲۹۲)

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

یعنی اگر پہلے سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سیاہ خضاب
کی مماثلت متعارف اور مقاد نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو اس تنبیہ کی
ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

حضرت ابو بکر صدیق کے والد حضرت ابو قحافة رضی اللہ عنہما
ایک نکتہ کے سر اور داڑھی کو خضاب دینے اور سیاہ سے اجتناب
کرنے والی حدیث جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

انہی عن الخضاب بالسواد والسلام کے پاس ابو قحافة لایا گیا

فی شأن ابی قحافة لما اور ان کے سر اور داڑھی کے بال سخت

أتی بہ وراسہ ولحیة سفید تھے تو آپ نے ان کی شان

کالتغامۃ: عنیروا میں فرمایا تم لوگ اس سفیدی کی رنگ

هذا الشیب و جنبوه تبدیل کرو اور سیاہی سے اجتناب

السواد (زاد المعاد، جلد کرد زاد المعاد جلد ۳، ص ۲۱۹)

ثالث، ص ۲۱۹

حدیث نہ میں خط کشیدہ الفاظ اور ان کے مفہوم پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو قحافةؓ کتنا معمر اور بوڑھا تھا۔ "لما أتت فیه"
جب کہ اسے لایا گیا۔ فرمایا، گویا کہ وہ خود نہیں آسکتا تھا ورنہ "لما جاء"

جب کہ وہ آیا، کہنا چاہیے تھا، نیز چاہیے تھا کہ حضور علیہ السلام البقحافہ کو خود فرماتے اے البقحافہ "عین الشیب وجنب السواد" اس سفیدی کی رنگ کو تبدیل کرو اور سیاہی سے بچو۔ مگر حضور علیہ السلام نے البقحافہ کی بجائے ساتھ والے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ "غیروا هذا الشیب وجنبوا السواد" تم لوگ اس کے سفید بالوں کی رنگ تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو، البدایۃ والنہایۃ میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور علیہ السلام مسجد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے والد البقحافہ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے لاکر حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھایا حضور نے فرمایا اس بوڑھے کو گھر کے اندر کیوں نہ چھوڑا، تاکہ میں ان کے پاس خود چل کر آتا، پھر حضور نے فرمایا کہ ان کے بالوں کو تبدیل کرو مگر سیاہ رنگ سے بچو اور ان سے کہا کہ اسلام لاؤ تو وہ اسلام لایا۔ (البدایۃ، ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت البقحافہ کی بنیائی بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی۔ حضرت البقحافہ سلمہؓ میں ۹ سال کی عمر میں وفات پا چکے تھے۔ اس حساب سے فتح مکہ کے دن ان کی ۹۱ سال تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال) اس عمر میں سیاہ خضاب زینت نہیں مثلاً اور بدنامی بن جاتا ہے تو آپ کا نام عثمان بن عامر تھا۔

علامہ ابن حجر حضرت ابو درداء کے حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور یعنی ضعیف ہے۔

وقد اخرج الطبرانی و
ابن ابی عاصم من
حدیث ابی الدرداء
رفعه، من خضب بالسود
سود الله وجهه يوم
القيامة، وسنده لیتین
(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۲)

یہ ہے وہ تطبیق اور جوابات جو کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے احادیث مألعت خضاب سیاہ کے بارے میں اختیار کی ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزیؒ نے اس بارے میں جو موقوف اختیار کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

قال جواب من وجهین:
احدهما: أن لنهی عن
التسويد البحت، فاما
إذا اضمیفت الى الحناء
احادیث ہنی کے جوابات دو ہیں
ایک تو یہ کہ ہنی جو دار دہوئی ہے
وہ خالص سیاہ رنگ کے بارے میں
ہے اور جب مہندی کے ساتھ کتم

شئ آخر کالکتہ ونحوہ فلا بأس به فان الکتہ والحناء یجعل الشعر بین الاحمر والاسود بخلاف الوسمۃ، فانہا تجعلہ اسود فاحما، و هذا اصح الجوابین والجواب الثانی : ان الخضاب باسواد المنی عنہ خضاب التدلیس فانہ من الغش والخذاع، فاما اذا لم یقفن تدلیسا ولا خذاعا فقد صح عن الحسن والحسین وغیرہا من الصحابة والتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے سیاہ رنگ والی چیز ملا دی جائے تو پھر جائز ہے اس لئے کہ کتم وغیرہ جیسی سیاہ چیز اور ہندی ملا کر بالوں کی رنگ سرخ مائل سیاہ کر دیتا ہے، البتہ دسمہ کا حکم نہیں کیونکہ دسمہ بالوں کو خالص سیاہ رنگ کے کر دیتا ہے اور یہ جواب دونوں جوابوں میں اصح ہے اور جواب ثانی یہ ہے کہ احادیثوں میں سیاہ خضاب سے جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ ہے کہ کسی مسلمان کے ساتھ فریب کاری، دغا بازی، دھوکہ بازی کے لیے کیا جائے، ایسا کرنا ممنوع ہے۔ اور اگر سیاہ خضاب دھوکہ دہی کے لیے نہ ہو رزینیت اور خوبصورتی کے لیے ہو، تو جائز ہے اس لئے کہ حضرت جنؓ اور حضرت حسینؓ اور دیگر جلیل القدر

انہم کانوا یخضیون بالاسود، الخ (زاد المعاد ج ۳ ص ۲۱۹) صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ یہ حضرات خالص سیاہ خضاب لگا کر تھے، تفصیل کے لیے دیکھئے زاد المعاد جلد ۳، ص ۲۱۹

ایک دسمہ اور اس کے ازالہ

کسی کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ جب علامہ ابن قیمؒ نے پہلے جواب کو اصح بہت صحیح کہا جس سے سیاہ خضاب کی ممانعت لازم آتی ہے تو خود بخود دوسرا جواب جس سے سیاہ خضاب کا جواز ثابت ہوتا ہے غیر صحیح، ناقابل اعتبار اور مرجوح ہوا۔

یہ گمان کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ قانون اور اصول یہ ہے کہ جب کسی حکم کے دو شقوق میں سے کسی ایک کو اصح کہا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا دوسرا شق بھی صحیح ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتا ہے۔

اذا کان التصحیح بصیغۃ فعل التفضیل (کالا صح کرنے کے لیے) فعل تفضیل کا صیغہ جب کسی روایت کو درست ظاہر

أخاد الر وایة المخالفة استعمال کیا جائے تو یہ اس بات کی
 صحیحۃ ایضاً فله دلیل ہے کہ اس کا مقابل اور مخالف
 الافتاء بآئی شاء منہما روایت بھی صحیح ہے پس مفتی کو اختیار
 و ان کان الاولی تقدیر ہے کہ جس شق پر فتویٰ دے دے،
 الاولی منہما۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پہلے شق پر فتویٰ

(شامی، ج ۱، ص ۵۴) دیں (شامی، ج ۱، ص ۵۴)

نیز کچھ صفحات میں صفحہ ۱۳ دوبارہ دیکھئے وہاں اس جواب اول پر
 تفصیلی مدلل بحث کی جا چکی ہے۔

ایک باریک نکتہ جس موقع اور محل میں شرعاً دھوکہ دینا کسی مسلمان
 بالاجماع و اتفاق جائز ہے جیسا کہ جہاد میں اس لیے کہ جہاد میں دھوکہ
 دینے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حضور علیہ السلام نے اس کی ترغیب بھی
 دی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

”الحرب خدعة“ جہاد نام ہی دھوکہ دینے کا ہے اور
 جہاں مسلمان کے لیے شرعاً دھوکہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں
 بالاجماع و اتفاق دھوکہ دہی کے لیے سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں بلکہ مکہ
 یہ اجماع اور اتفاق اس بات کی تائید ہے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت

میں بنیادی پوائنٹ اور نکتہ دھوکہ دہی یا بد صورتی اور بد نمائی ہے جیسے
 اکیلاوے سالہ ابو قحافہ جیسے شیخ فانی کے لیے اور جہاں ممانعت کی یہ وجوہات
 نہ ہوں وہاں ممانعت نہیں ہے جس پر عظیم سلف الصالحین اور پیشوایان اُمت
 کامل گواہ ہے۔

مقام صحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مقام کی مناسبت سے یہاں میں (دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ ابلاغ
 جس کے نگران مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مدیر مولانا جسٹس محمد تقی
 عثمانی صاحب ہیں) سے چند احادیث بمعہ تشریح نقل کرنا سب سمجھتا
 ہوں جس سے زیر بحث مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکے گی۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان متأسياً
 فلیتأس یا اصحاب رسول
 حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو
 شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا
 ہے تو اسے چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نقش قدم پر چلے، کیونکہ یہ
 فأتھوا ابن ہذہ الامۃ
 حضرت دلوں کے اعتبار سے ساری
 ائمہ سے زیادہ پاک علم کے اعتبار
 سے زیادہ گہرے تکلف اور بناوٹ

هدیا واحسنہا حالاً قوم
اختارہم اللہ لصحبۃ
نبیہ و اقامۃ دینہ فاعز
فواللہو فضلہو واتبعوا
اثارہو فانہو کا فوا
علی الہدی المستقیم
سے الگ تھلگ، عادات و اطوار
کے اعتبار سے معتدل، حالات و کردار
کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم
ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت
اور دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا
ہے۔ تم ان کو قدر پہچانو اور ان کے
اقوال و افعال کی پیروی کرو، کیونکہ یہی
لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں

حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ قول سے جہاں حضرات صحابہ کرام کا خود
اللہ کی طرف سے منتخب کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ مسلمانوں کو اپنے کردار میں انہی کی پیروی کرنی چاہیے، کیونکہ صحبت نبوی
کی برکت کی وجہ سے ان کے اقوال و افعال حضور علیہ السلام کے اسوہ حسنہ
کا پرتو ہیں۔

صحابہ کرام ہدایت کی روشن تاریں ہیں

صحابہ کرام صحبت نبوی کی برکت سے نمونہ ہدایت بن گئے تھے، چنانچہ
سب صحابی کی زندگی کو بھی اپنا رہنما بنایا جائے۔ انسان ہدایت پاسکتا ہے
عن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سألت ربی
عن اختلاف اصحابی من
بعدی فاوحی الی یا محمد
ان اصحابک عندی بمنزلۃ
النجوم من السماء بعضها
اقوی من بعض و کل نور
فمن اخذ بشئ مما هو
علیہ من اختلافہو
فہو عندی علی الہدی
وقال اصحابی كالنجوم
بأیہو اقتدیتم
اھتدیتو
(زرین جمع الفوائد)

نے فرمایا کہ میں نے میرے بعد اپنے
صحابہ میں پیدا ہونے والے اختلاف
کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا
(کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تو میری
طرف وحی آئی کہ اے محمدؐ تمہارے
صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں
کی طرح ہیں کہ ان میں سے ہر ایک
میں روشنی ہے (یا میں ہمہ بعض
کا نور بعض سے قوی ہے پس جس نے
ان کے اختلافات میں سے جس بات
کو لے لیا وہ میرے نزدیک ہدایت
پر ہے، پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا
میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان
میں سے جس کی بھی تم اقتدا کرو گے

ہدایت پالو گے (زرین جمع الفوائد)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ہر صحابی "معیار حق" اور "راہ ہدایت"

فائدہ

کا ہمیشہ امت میں سے جو شخص بھی ان میں سے جس کا اتباع کرے گا، وہ ہدایت پر ہی رہے گا اور مرنے کے بعد ہدایت یافتگان ہی میں اٹھے گا، نیز اس حدیث سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ مختلف معاملات میں مختلف صحابہ کا الگ الگ طرز عمل بلکہ بسا اوقات ایک ہی معاملہ میں ان نفوس قدسیہ کا باہمی اختلاف اور نزاع بھی ان میں سے ہر ایک کے "مشعل ہدایت" ہونے سے مانع نہیں، کیونکہ مختلف معاملات مختلف انسانوں کا باہمی اختلاف انسانی فطرت میں داخل ہے مگر اس باہمی اختلاف میں بھی مسلمانوں کا ایک دوسرے سے دلیا ہی رویہ رکھنا، جیسا صحابہ کرامؓ نے رکھا، ہدایت اور کامیابی کی دلیل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بعض اوقات باہمی اختلاف کے باوجود ان میں سے ہر ہر صحابی کو ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے اور ہر ایک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ اگر تم بھی اس راستے کو اختیار کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا نہ کہو، خدا کی قسم اگر تم ان کے طریقہ پر چلو گے تو بہت جلد ہی منزل کو پاؤ گے اور اگر تم ان کے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں موڑو گے تو بدترین گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ (ابن بخاری عن ابی سعید)

تمام صحابہ کرامؓ اگرچہ مشعل ہدایت ہی ہیں مگر ان میں بھی حضرات خلفائے راشدین کو غیر معمولی فضیلت حاصل ہے۔

خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم

عن عریاض بن ساریۃ
رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذہ من یعیش
منکم بعدی فیسری
اختلافاً کثیراً بسنتی
وسنة الخلفاء الراشدين
عضوا علیہا بالنواجذ
واياکم ومحدثات الای
مور فان کل بدعة
ضلالة (ابوداؤد، ترمذی
ابن ماجہ، مسند احمد)
حضرت عریاض بن ساریۃ
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے جو
شخص بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ
بہت سے اختلافات دیکھے گا پر تم
لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت
اور خلفائے راشدین کی سنت اختیار
کر دو اور ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ
لو اور نئے نئے اعمال (بدعتوں) سے
پچو بے شک ہر ایک بدعت گمراہی
ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، شریف، ابن
ماجہ، شریف، مسند احمد)

تشریح اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی طرح خلفائے راشدین کی سنت کو بھی واجب الاتباع اور فتنوں سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ البلاغ، ماہ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ، جنوری ۱۹۹۰ء)

حاصل کلام یہ کہ سیاہ خضاب کو جائز زینت اور تجمل کے لیے حجاز کا فتویٰ جن حضرات نے دیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ جلیل القدر صحابہ کرام جن میں خلفائے راشدین (حضرت عثمان خلیفہ ثالث)، اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرات حنین)، اور عشرہ مبشرہ (سعد ابن ابی وقاص) جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا عمل اپنے لیے حجت بنایا ہے۔ علامہ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

”امام ابو یوسفؒ انہیں حضرات کے تعامل سے حجت اختیار کرتے ہیں“ (جواہر الفقہ)

ادریسی وجہ ہے کہ علامہ سرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والا صح أنہ لا بأس به
وهو المروى عن ابی
یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
اصح بات یہ ہے کہ زینت کے لئے
خضاب سیاہ جائز ہے اور یہی
روایت ہے۔ حضرت ابو یوسفؒ

قال كما يعجبني أن
تقرين لي يعجبها أن
أقرين لها (المبسوط جزء
عاشر، ص ۱۹۹)

رحمہ اللہ تعالیٰ سے، آپ نے فرمایا
کہ جیسے میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی
میرے لئے زینت کرے ویسی ہی
وہ چاہتی ہے کہ میں ان کے لیے
زینت کروں۔ (مبسوط السرخسی)

حضرت امام سرخیؒ اور ان کی مبسوط کا مقام اور مرتبہ

مسند حنفی کے ائمہ اور فقہاء کے کل سات طبقات ہیں جن میں سے
امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ دوسرے طبقے میں ہیں۔
اور امام سرخیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تیسرے طبقے میں ہیں جسے طبقہ المجتہدین فی
المسائل کہتے ہیں جس کا رتبہ امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے بعد دیگر فقہاء سے مقدم
ہے اور صاحب ترجیح ہے یعنی جس مسئلہ میں کئی روایات ہوں۔ ان میں
روایت کو علامہ سرخیؒ راجع اور قوی بتائے وہی راجع سمجھا جائے گا۔
(کذا غی رسم المفتی تصنیف علامہ ابن عابدین)

حاصل جواب یہ ہے کہ جائز زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے
میں سلف الصالحین میں چونکہ اختلاف چلا آیا ہے اس لیے سیاہ خضاب
کو مطلقاً ناجائز کہنا اور ایسا کرنے والے کو فاسق قرار دے کر اس کے

پچھے نماز پڑھنے کو کمزور ہونے کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے، بلکہ ایسا
فتویٰ مفتی کے شان اور مقام کے لائق نہیں ہے۔ البتہ اگر تقویٰ کی رو
سے اور اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاط کی بنا پر کوئی خود اس سے
اجتناب کر کے سرخ خضاب استعمال کرے یا اس کا فتویٰ دے تو یہ
اور بات ہے۔

واللہ اعلم بالصواب
الجبب نور محمد

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library